مقالاتِ اثریہ

تالیف:
محمد خبیب احمد

تقدیم:
فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ



ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد

ساتواں مقالہ:

احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی رحمہ اللہ

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وخاتم المرسلين، **أما بعد:**

شعبان المعظم کی پندرھویں شب مبتدعین مساجد میں چراغاں کرنے کے ساتھ ساتھ باجماعت صلاۃِ تسبیح وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دین کے نام پر دیگر خرافات کا بھی ارتکاب کرتے ہیں اور بزعمِ خویش ان نام نہاد عبادات کو سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔ اور وہ اپنے ان بدعی افکار کی تقویت کے لیے گھسے پٹے دلائل سے اپنے چمنستان کی آبیاری میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ چناں چہ انہیں اس غرض سے اگر دور کی کوڑی لانی پڑے تو وہ اس سے بھی گریزاں نہیں ہوتے بلکہ اگر انہیں کوئی ایسی دلیل دستیاب ہو جائے جو کچھ نہ کچھ ان کے موقف کی مؤید ہو تو وہ شاداں وفرحاں بغلیں بجاتے ہوئے بازاروں کا رخ کر لیتے ہیں۔

حال ہی میں شعبان المعظم کی پندرھویں رات کے سلسلے میں نمازِ تسبیح کے اشتہارات اور بینرز فیصل آباد وغیرہ کے بازاروں اور چوکوں میں آویزاں کیے گئے اور اسی حوالے سے ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے اور اپنے اس عمل کی تائید میں امام البانی رحمہ اللہ کے اس کلام کو پیش کیا گیا، چناں چہ لکھا گیا کہ

"يطلع الله تبارك وتعالىٰ إلى خلقه ليلة النصف من

شعبان، فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن"

''کہ اللہ تعالیٰ ماہِ شعبان کی پندرہویں شب بندوں پر مطلع ہوتے (نزول فرماتے) ہیں۔ اور سبھی مخلوق کو بخش دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور شخص کے۔''

علامہ البانی فرماتے ہیں:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث بلاشبہ ان شواہد کی بنا پر صحیح ہے اور کسی حدیث کی صحت ان شواہد کی تعداد سے کم بھی ثابت ہو جاتی ہے جب تک وہ شدید ضعف سے دوچار نہ ہو، جیسا کہ یہ حدیث ہے ...... اور جنھوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، انھوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا۔

(السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٥۔١٣٨۔ ١٣٩) بینرز صلاۃِ تسبیح

اہلِ بدعت نے اپنی بدعات کی صیانت کے لیے امام البانی رحمہ اللہ کے اس کلام اور حدیث کی تصحیح کو ڈھال بنایا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ دنیا کے ایک جلیل القدر امام نے ہمارے عمل کو تقویت پہنچائی ہے۔ لہٰذا ہمارے اس شب میں کیے جانے والے سبھی اعمال عند اللہ قبولیت کا درجہ پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون!

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام البانی ایسی نابغۂ روزگار شخصیات اور ان کے علوم کا وجود امتِ محمدیہ پر ربّ العالمین کا احسانِ عظیم ہے۔ اور ایسے لوگ صدیوں بعد بھی خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان جو خطِ امتیاز کھینچا اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا یہ موحدین کے لیے بہت بڑا تحفہ جب کہ مبتدعین کے لیے زہرِ ہلاہل ہے اور ﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ﴾ کا مصداق ہے۔

مگر ان سب امتیازات کے باوجود بعض اہلِ علم نے انتہائی ادب سے امام صاحب کے تسامحات کی نشان دہی بھی کی ہے اور امام صاحب نے ان سے رجوع بھی کیا ہے اور طلبائے علم کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ اس کی تصحیح کرلیں۔ آپ کے تلامذہ نے ان ''تراجعات'' پر مستقل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جو مطبوع اور متداول ہیں۔

ان تسامحات میں سے ایک تسامح امام صاحب کا ''شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت'' والی روایت کی تصحیح بھی ہے۔ اس وہم کی بنیادی وجہ یہ ہے، کہ امام صاحب نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بے اصل حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے سات شواہد بھی پیش فرمائے، جن پر تبصرہ اپنے محل پر آئے گا۔

اللہ ربّ العزت امام صاحب کی اس کدوکاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے اور ان خدمات کی بدولت ان کے درجات میں رفعتیں پیدا فرمائے، آمین۔

یہ حقیقت ہے کہ جس حدیث کو متقدمین محدثین، ماہرینِ فن بے اصل، ضعیف، مضطرب اور راویانِ حدیث کا وہم قرار دیں اسے متأخرین محدثینِ عظام کی تصحیح ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں، شائقینِ علم ''أسس نقد الحديث بين أئمة النقد وأهل العصر الحديث للشيخ الشريف حاتم بن عارف العوني (ص: ٣٤١۔ ٤١٢) ضمن كتاب: إضاءات بحثية في علوم السنة النبوية'' ملاحظہ فرمائیں۔

اب شیخ البانی کے دلائل کا تجزیہ پیشِ خدمت ہے۔

پہلی حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

چناں چہ امام العصر البانی رقم طراز ہیں:

امام ابن ابی عاصم فرماتے ہیں:

((ثنا هشام بن خالد: ثنا أبو خُليد عتبة بن حماد، عن الأوزاعی وابن ثوبان، عن أبيه، عن مكحول، عن مالك بن يخامر، عن معاذ بن جبل مرفوعاً .))

اس حدیث کو حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکحول کی مالک بن یخامر سے ملاقات نہیں۔ اگر یہ علت نہ ہوتو اس کی سند حسن ہے اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

(السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٥، حديث: ١١٤٤ ملخصاً]

یہ حدیث المعجم الكبير (ج: ٢٠، ص: ١٠٨- ١٠٩، رقم: ٢١٥)- المعجم الأوسط (ج:٧، ص:٣٩٧- رقم: ٦٧٧٢)- مسند الشاميين كلهم للطبراني (ج:١، ص:١٢٨، ١٢٩، رقم:٢٠٣ و ج:٤، ص:٣٦٥، رقم: ٣٥٧٠)- صحيح ابن حبان (ج:٧، ص:٤٧٠، رقم: ٥٦٣٦)- موارد الظمآن للهيثمي (ص: ٤٨٦، رقم: ١٩٨٠)- حلية الأولياء لأبي نعيم (ج:٥، ص:١٩١)- شعب الإيمان (ج:٣، ص:٣٨٢، رقم: ٣٨٣٣)- فضائل الأوقات كلاهما للبيهقي (ص: ١١٨، رقم: ٢٢) وغیرہ میں ہے۔

گویا امام البانی رحمہ اللہ کے ہاں اس حدیث کے حسن ہونے میں رکاوٹ امام مکحول الشامی کی اپنے استاد مالک بن یخامر سے عدمِ ملاقات ہے، جیسا کہ انہوں نے امام ذہبی رحمہ اللہ سے اس کی تصریح بھی نقل فرمائی ہے۔ حالاں کہ یہ حدیث حسن تو کجا ضعیف بلکہ بے اصل اور غیر ثابت شدہ ہے۔

عمومی طور پر ثقہ راوی کی حدیث کو صحیح اور صدوق راوی کی روایت کو حسن قرار دیا جاتا ہے مگر اس میں موجود مخفی علل تک رسائی حاصل کرنے کی جستجو نہیں کی جاتی یا انھیں لائقِ التفات نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ بسا اوقات یہی علتیں صحتِ حدیث کو ایسا متاثر کرتی ہیں کہ وہ کالعدم قرار پاتی ہے اور ایسی ہی مرویات کو ناقدینِ فن باطل، موضوع، منکر، ضعیف جدا، لا أصل له وغیرہ جیسی اصطلاحات سے سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حالاں کہ ایسی مرویات کے راوی ضعف کے ایسے درجے میں نہیں ہوتے کہ ان کی روایات پر اتنی سخت جرح کی جائے۔ اس لیے اس شدید جرح کا سبب ثقات راویانِ حدیث کا کسی حدیث کی سند یا متن کو بر بنائے وہم ونسیان غلط بیان کرنا ہے۔

جب معلوم ہوگیا کہ یہ راویِ حدیث کے وہم کا شاخسانہ ہے تو اسے عقلی اور نقلی طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اس سند یا متن کا وجود ثقہ، صدوق یا ضعیف راوی کے ذہن اور تخیل میں ہوتا ہے۔ فی الواقع کچھ نہیں ہوتا اور جو ایسی روایت ہو اسے بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس سے کسی اور روایت کے لیے تقویت بھی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

یہی صورت امام البانی رحمہ اللہ کی سب سے مضبوط اور اساسی دلیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پائی جاتی ہے کہ اس سند سے اس کا کوئی وجود نہیں۔ راویانِ حدیث کے تصرف نے کبھی تو اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسند میں داخل کردیا تو کبھی حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی مسند سے باور کرایا اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند میں لے گئے۔ اور کسی نے اسے مسندِ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بتایا۔

الغرض یہ سارا اختلاف امام مکحول الشامی وغیرہ سے روایت کرنے والے

راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا اور اس عقدہ کی نقاب کشائی سب سے پہلے امام العلل ابوحاتم الرازی نے فرمائی ہے۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ کا منکر قرار دینا:

چنانچہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بابت فرماتے ہیں:

((هذا حديث منكر بهذا الإسناد، لم يرو بهذا الإسناد غير أبي خُليد، ولا أدري من أين جاء به! قلت: ما حال أبي خُليد؟ قال: شيخ))

''یہ حدیث اس سند سے منکر ہے۔ اس سند سے روایت کرنے والے ابوخلید تنہا ہیں، میں نہیں جانتا کہ وہ اس سند کو کہاں سے لائے! میں ...... عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ...... نے دریافت کیا کہ ابوخلید کی کیا کیفیت ہے؟ جواباً فرمایا: شیخ ہے۔'' [علل ابن أبي حاتم، رقم: ٢٠١٢]

گویا امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث اپنی بے اصل سند کی وجہ سے منکر ہے۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ کی اس جرح کو ایک اور نظیر سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ابن جریج پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ولا أدري ابن جريج من أين جاء به؟ والناس يروونه عن إبراهيم بن ميسرة عن أنس)) [العلل لابن أبي حاتم، رقم: ٨٩٣]

''میں نہیں جانتا کہ ابن جریج (عن الزہری عن انس) کیوں کر بیان کرتے ہیں؟ حالاں کہ باقی راوی اسے ابراہیم بن میسرۃ عن انس روایت کرتے ہیں۔''

امام ابوحاتم رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ امام ابن جریج کا اس حدیث کو ابراہیم بن میسرۃ کے بجائے امام زہری سے روایت کرنا بے اصل ہے۔ معلوم نہیں کہ ابن

جریج اس سند میں اپنے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان امام زہری کا واسطہ کیسے لائے؟ حالاں کہ امام ابن جریج ثقہ فقیہ فاضل وکان یدلس ویرسل ہیں۔[التقریب: ٤٦٩٥]

ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو سند یا متن بر بنائے وہم بیان کیا گیا ہو وہ بے اصل ہوتا ہے اور لاکھوں احادیث کے حفاظ کی بے خبری اس کی روشن دلیل ہے۔ اس لیے جس طرح ابن جریج عن الزہری عن أنس بے اصل ہے اسی طرح ابوخُلید کی روایت بھی بے اصل ہے۔

امام دارقطنی کا غیر ثابت قرار دینا:

حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ کے بعد فرسان علم علل الحدیث امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ مکحول شامی سے روایت کرتے ہوئے راویانِ حدیث اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسند کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام کی مسانید سے بھی بیان کرتے ہیں اور کبھی امام مکحول کا اپنا قول بتاتے ہیں۔ ان کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی، إن شاء اللہ۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ سند میں اضطراب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

((والحدیث غیر ثابت))[علل الدار قطنی، ج:٦، ص:٥١]

''یہ حدیث ثابت ہی نہیں۔''

امام البانی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی رحمہ اللہ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إسناده منكر موضوع كما قال أبو حاتم وعنه ابنه عبد الرحمن في العلل كما مضى، ولا يصلح للمتابعات والشواهد، فضلًا أن يكون حجة))

''(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث کی) سند منکر اور موضوع ہے، جیسا کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے ان سے کتاب العلل میں نقل کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ روایت بطورِ متابعات پیش کی جاسکتی ہے اور نہ بطورِ شواہد، چہ جائیکہ اسے حجت قرار دیتے ہوئے پیش کیا جائے۔''

(التصوف فی میزان البحث والتحقیق للسندی، ج:١، ص: ٥٥٥)

امام البانی کے دوسرے شاگرد شیخ ابوعبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان، حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ولهذا الاختلاف قال أبو حاتم الرازي ...... كما مضى ...... فی طریق أبی خلید " لا أدری من أین جاء به ". وقال فيه "شيخ" ومنه تعلم أن حديث معاذ وأبی ثعلبة حديث واحد، اضطرب فيه الرواة علی مكحول.))

[تحقيق كتاب المجالسة وجواهر العلم للدينوري، ج:٣، ص:٣٠٨]

''اس اختلاف (اضطراب) کی وجہ سے امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:"لا أدری من أین جاء به" پھر فرمایا: ''شیخ'' ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک ہی ہے۔ راویانِ حدیث اسے مکحول سے روایت کرتے ہوئے اضطراب کا شکار ہوگئے۔''

ملحوظ رہے کہ شیخ ابوعبیدہ کے ہاں یہ حدیث اپنے شواہد کی بدولت صحیح ہے۔

[تحقيق كتاب المجالسة: ٣/ ٣٦٤) و حسن البيان فيما ورد في ليلة النصف من شعبان]

دوسری سند بھی سخت ضعیف ہے:

مسند الشامیین للطبرانی (ج:١، ص: ١٣٠، حدیث: ٢٠٥) میں

اس حدیث کی دوسری سند بھی سليمان بن أحمد الواسطي، ثنا أبو خليد: ثنا ابن ثوبان: حدثني أبي [عن مكحول]، عن خالد بن معدان، عن كثير بن مرة الحضرمي، عن معاذ بن جبل کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے۔

محقق کتاب **مسند الشاميين** فرماتے ہیں کہ مخطوط میں **[عن مكحول]** کا اضافہ نہیں ہے۔ اسے میں نے اپنی طرف سے زائد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی سے مکحول کی جگہ خالد بن معدان لکھا گیا ہو۔

بہر حال جو بھی صورتِ حال ہو امام طبرانی رحمہ اللہ کے دادا استاد سلیمان بن احمد الواسطی کو امام ابن معین رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي، ج:٢، ص:١٤)

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلیمان کی احادیث میں تفردات اور غرائب ہیں۔ میرے ہاں وہ احادیث چور تھا۔ اس پر احادیث مشتبہ ہو جاتی تھیں۔

(الكامل لابن عدي، ج:٣، ص:١١٤٠)

آخری عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا اور یہ شراب نوشی کا دلدادہ اور موسیقی کا رسیا ہو چکا تھا۔ جس کی بنا پر محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال، ج:٢، ص:١٩٤)

اس تفصیل سے یہ عقدہ بھی کھل جاتا ہے کہ سلیمان نے اس سند کو بھی کہیں سے چرایا ہے۔ محقق کتاب مسند الشامیین نے اسے مکحول کے واسطے سے بیان کیا ہے جبکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مکحول کے واسطے کے بغیر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "كلاهما غير محفوظ" کہ "وہ دونوں سندیں" (مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ اور خالد بن معدان عن كثير بن مرة عن معاذ بن جبل) غیر محفوظ ہیں۔" [علل الدارقطني، ج: ٦، ص: ٥١]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی اس توضیح کے بعد حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے "الصحیح" میں نقل کرنا، امام ہیثمی رحمہ اللہ کا اس کے رجال کو ثقہ قرار دینا، اور امام البانی ودیگر حضرات کا ظاہر سند کی بنا پر اسے حسن قرار دینا بے فائدہ ہے۔ کیوں کہ بایں سند اس حدیث کا وجود عدم ہی کی طرح ہے اور جس سند یا متن کا یا دونوں کا غلط ہونا متحقق ہو جائے وہ کسی روایت کی کیوں کر تائید کر سکے گا۔ حالاں کہ خود اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔

غلط، غلط کو تقویت نہیں پہنچا سکتا:

چناں چہ اسی حوالے سے امام البانی رقم طراز ہیں:

((أن الشاذ والمنكر مردود، لأنه خطأ والخطأ لا يتقوى به))

"شاذ اور منکر قابلِ ردّ ہیں کیوں کہ وہ غلط ہیں اور غلط سے تقویت حاصل نہیں کی جا سکتی۔"

نیز فرمایا:

((وما ثبت خطؤه فلا يعقل أن يقوى به رواية أخرى في معناها، فثبت أن الشاذ والمنكر مما لا يعتد به ولا يستشهد به، بل إن وجوده وعدمه سواءٌ.))

"اور جس (سند یا متن) کا غلط ہونا ثابت ہو جائے تو یہ معقول نہیں کہ اس کے ہم معنی روایت اسے تقویت پہنچائے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شاذ اور منکر حدیث کی وہ اقسام ہیں جو کسی قطار وشمار میں نہیں اور نہ انھیں بطورِ شاہد پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کا وجود اور عدمِ وجود دونوں برابر ہیں۔" (صلاة التراويح للألباني، ص: ٥٧)

اسی لیے تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: والمنكر أبدا منكر کہ "منکر روایت

ہمیشہ منکر ہی رہتی ہے۔"

(العلل ومعرفة الرجال رواية المروذي، ص: ١٦٧، رقم: ٢٨٧۔ ومسائل الإمام أحمد رواية ابن هانئ، ج:٢، ص:١٦٧، رقم: ١٩٢٥)

اوپر ہم امام ابوحاتم رحمہ اللہ سے اس حدیث کا منکر اور امام دارقطنی رحمہ اللہ سے غیر ثابت ہونا ذکر کر آئے ہیں ان دونوں محدثین اور امام البانی رحمہ اللہ واحمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال کی روشنی میں یہ بات طے کی جا سکتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث منکر کی منکر ہی رہے گی۔ وہ خود کسی کی مؤید نہیں بن سکتی بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث بھی اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ اسی مفہوم کو شیخ طارق بن عوض اللہ نے اپنی کتاب "الإرشادات في تقوية الأحاديث بالشواهد والمتابعات" کے مقدمہ میں بڑے بسط سے بیان کیا ہے۔

قارئینِ کرام! امام البانی رحمہ اللہ کی رائے کے مقابلے میں امام ابوحاتم رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ ہی کی رائے راجح اور مستحکم ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کے ہاں شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے سب سے مضبوط دلیل یہی تھی۔ اسی لیے انہوں نے اسے اساس قرار دیتے ہوئے باقی روایات کو اس کی متابعت میں پیش کیا۔ اب ان کی دوسری دلیل کا تجزیہ پیشِ خدمت ہے۔

شواہد

پہلا شاہد: حدیث حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الاحوص بن حکیم، عن مہاصر بن حبیب، عن أبي ثعلبة مرفوعاً روایت

کرتے ہیں۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے الاحوص بن حکیم کو ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی میں مکحول عن ابی ثعلبۃ بھی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وھو بین مکحول وأبی ثعلبة مرسلٌ جیدٌ .))

(السلسلة الصحیحة، ج:۳، ص:۱۳٦ ملخصاً]

امام البانی رحمہ اللہ نے اپنے زعم میں حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں، ایک مہاصر کی دوسری مکحول کی حالانکہ یہ دونوں سندیں بھی اضطراب کا نتیجہ ہیں، جس پر وہ مطلع نہ ہو پائے۔

ہم اوپر امام دارقطنی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ راویانِ حدیث بربنائے وہم اس حدیث کو جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہاں حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس کی نسبت کرتے ہیں۔

پہلی علت: اضطراب کی پہلی صورت:

اسی اضطراب اور روایت میں عدمِ تصدق کی وجہ سے الاحوص بن حکیم، عن مہاصر بن حبیب، عن أبي ثعلبة مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ جسے امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی پہلی سند باور کرایا ہے۔ یہ سند السنة لابن أبي عاصم (ج:۱، ص: ۲۲۳۔۲۲٤، حدیث: ۵۱۱) معجم الصحابة لابن قانع (ج: ۳، ص:۱۲۲۱، حدیث: ۳۰۳) مشیخة أبی طاھر بن أبی الصقر اللخمی الأنباری (ص:۷۷، حدیث:۱۰) شرح أصول اعتقاد اھل السنة للالکائی (ج:۳، ص:٤٤۵، رقم:۷٦۰) وعلل الدارقطنی (ج:٦، ص:۵۱، ۳۲۳ و ج:۱٤، ص: ۲۱۸) وغیرہ میں ہے۔

مہاصر بن حبیب الزبیدی ابوضمرۃ الشامی کی توثیق کی گئی ہے مگر حافظ ابن

حبان رحمہ اللہ اس کے تابعی یا تبع تابعی ہونے میں متذبذب ہیں۔ اس لیے وہ کبھی اسے تابعین میں ذکر کرتے ہیں۔ الثقات لابن حبان (ج:٥، ص:٤٥٤) اور کبھی تبع تابعین میں۔ الثقات لابن حبان (ج:٧، ص:٥٢٥۔ ٥٢٦)

اگر یہ تبع تابعی ہیں تو حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت منقطع ہے۔

اضطراب کی دوسری صورت:

مہاصر بن حبیب اسی روایت کو مکحول عن أبي ثعلبۃ الخشني مرفوعاً، یعنی مکحول کے واسطے سے، بھی روایت کرتے ہیں۔ شعب الإیمان (ج:٣، ص:٣٨١۔ ٣٨٢، حدیث: ٣٨٣٢) وفضائل الاوقات کلاھما للبیھقي (ص:١٢١، حدیث:٢٣)۔ جسے امام البانی نے دوسری مستقل سند قرار دیا ہے۔ اگر اس سند کو درست تسلیم کیا جائے تو مکحول شامی کی حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع اور مرسل ہے۔ کیونکہ انھوں نے چند صحابۂ کرام سے سماع کیا اور ان کی فہرست میں حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کا نام شامل نہیں ہے۔ چناں چہ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابومسہر رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا مکحول نے کسی صحابی سے سنا ہے؟ فرمایا: ہمارے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع متیقن ہے۔

(المراسیل لابن أبي حاتم، ص: ٢١١، رقم: ٧٨٩)

امام ابوداود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو بھی شامل فرمایا ہے۔

(المراسیل لأبي داود، ص: ٣٢٢۔ ٣٢٣)

حافظ علائی رحمہ اللہ امام مکحول اور حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”مکحول حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے ہم عمر اور ان کے علاقے کے باسی ہیں۔ اس لیے یہ احتمال ہے کہ وہ حسبِ عادت ان سے ارسال کرتے ہوں۔ وہ

تدلیس کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔"

[جامع التحصیل للعلائی، ص:۳۵۲، رقم: ۷۹۶]

اس لیے امام البانی رحمہ اللہ کا مکحول عن ابی ثعلبہ کو ایک مستقل سند قرار دینا اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ کا اسے جید کہنا غیر جید ہے۔

اضطراب کی متعدد صورتیں:

کبھی الاحوص بن حکیم، مہاصر بن حبیب کے واسطے کے بغیر براہِ راست مکحول سے بھی بیان کرتے ہیں۔

(شعب الإیمان للبیهقی، ۳/ ۳۸۱، حدیث: ۳۸۳۱۔ وعلل الدارقطنی: ٦/ ٥١)

کبھی الاحوص بن حکیم اپنے مذکورہ بالا استاد مہاصر بن حبیب کے بجائے حبیب بن صہیب، عن مکحول، عن ابی ثعلبہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۲۲۳، حدیث: ٥٩٠)

کبھی اس سند میں مکحول کا واسطہ حذف کر دیتے ہیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی (ج:۲۲، ص:۲۲٤، حدیث: ٥٩٣) العلل المتناهیة لابن الجوزی (ج:۲، ص:۷۰، حدیث: ۹۲۰) وعلل الدارقطنی (ج:٦، ص:٥١، ۳۲۳ و ج:١٤، ص:۲۱۸)

دوسری علت: احوص ضعیف راوی ہے:

اس حدیث کی سند کے مرکزی راوی الاحوص بن حکیم بذات خود ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ محدثین نے ان پر مفسر جرح کی ہے۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ

"لا یکتب حدیثه." (الضعفاء لأبي نُعیم، ص: ٦٣، رقم: ۲۳)

امام ابن معین رحمہ اللہ لا شيء اور امام ابوحاتم رحمہ اللہ "لیس بقوي منکر

الحدیث" کی جرح کرتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل، ج:۲، ص:۳۲۸)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یروي المناکیر عن المشاهیر ترکه یحی القطان وغیره"

(المجروحین لابن حبان، ج:۱، ص:۱۷۵)

یعنی "مشہور راویوں سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ امام یحی بن سعید القطان رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ترک کردیا تھا۔"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا یروی حدیثه یرفع الأحادیث إلی النبي ﷺ"

اس کی احادیث بیان نہ کی جائیں کیونکہ وہ غلطی سے مرفوع احادیث بیان کرتا تھا۔ [الجرح والتعدیل، ج:۲، ص:۳۲۸]

دوسری جگہ فرمایا:

"ضعیف لا یسوی حدیثه شیئاً، وقال: کان عندی شيءٌ فخرقته۔" [بحر الدم لابن عبد الهادی، ص:۶۱، رقم:۵۱]

اس لیے ایسے راوی کو بطورِ متابع اور بطورِ شاہد پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهو ممن یکتب حدیثه، ولیس له فیما یرویه متن منکر إلا أنه یأتی بأسانید لا یتابع علیها۔"

اس کی احادیث لکھی جائیں گی۔ اس کی مرویات میں کوئی منکر حدیث نہیں، ہاں وہ ایسی سندیں بیان کرتا ہے جن میں اس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ [الکامل لابن عدی، ج:۱، ص:۴۰۶]

گویا وہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ سندوں میں تفردات کا شکار رہتا ہے اور اسے

متعدد پہلوؤں سے بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کو بھی متعدد انداز سے بیان کیا ہے۔ جس کی ضروری تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

علامہ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الاحوص بن حکیم کو متابعت اور شواہد میں پیش نہیں کیا جا سکتا، چہ جائیکہ اسے بطورِ حجت پیش کیا جائے۔ لہٰذا اس کی اس (فضیلت پندرھویں شب والی) حدیث اور دیگر احادیث کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔" (التصوف، ۱/ ۵۵۸)

تیسری علت: حجاج کی مرسل روایت:

پھر اسی روایت کو الاحوص بن حکیم کے علاوہ الحجاج بن أرطاة، مکحول عن کثیر بن مرة الحضرمی مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ مصنف ابن أبي شيبة (ج:٦، ص:١٠٨، حديث: ٢٩٨٥٩) شعب الإيمان (ج:٣، ص:٣٨١، حديث: ٣٨٣١) فضائل الأوقات كلاهما للبيهقي (ص:١٢٢، حديث: ٢٣، وقال: هذا مرسل جيد) وعلل الدار قطني (ج:٦، ص:٥١، ج:١٤، ص: ٢١٨)

اس سند میں پہلی علت حجاج اور مکحول کے مابین انقطاع ہے، حجاج بن ارطاۃ صدوق كثير الخطأ والتدليس ہیں۔ (التقريب: ١٢٣٩) اور یہ روایت انھوں نے مکحول سے سنی نہیں۔ اگرچہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے حجاج کے سماع کا اثبات کیا ہے۔ [جامع التحصيل للعلائي، ص: ١٩٢]، مگر امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ [المراسيل لابن أبي حاتم، ص: ٤٧، رقم: ١٦٤۔ وجامع التحصيل للعلائي، ص: ١٩٢] حافظ عجلی رحمہ اللہ نے اس کے عدمِ سماع کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ مکحول سے ارسال کرتے ہیں۔ [معرفة الثقات والضعفاء للعجلي، ج:١، ص:٢٨٤ وتاريخ الثقات للعجلي، ص: ١٠٧، رقم: ٢٥١] گویا حجاج اور

مکحول کے درمیان انقطاع ہے۔

اس سند میں دوسری علت یہ ہے کہ کثیر بن مرۃ اسے مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ اور یہ طے شدہ ہے کہ موصوف ثقہ تابعی ہیں۔[التقریب: ٦٣٢٣] اس لیے روایت مرسل ہے اور وہ مرسل ہی روایت کرتے ہیں۔[جامع التحصیل للعلائي، ص: ٣١٨، رقم: ٦٥٠] اس لیے کثیر بن مرۃ کا ارسال بھی مرفوع حدیث کے ضعف کو مزید مستحکم کرتا ہے۔ جیسا کہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے مرسل روایت کو جید قرار دیا ہے۔

امام مکحول سے روایت کرنے میں حجاج منفرد نہیں، بلکہ مصنف عبدالرزاق (ج:٤، ص:٣١٧، حدیث: ٧٩٢٤) میں قیس بن سعد اس کا متابع موجود ہے مگر اس کا شاگرد المثنی بن الصباح ضعیف راوی ہے۔[التقریب: ٧٢٩٦] اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ متابعت اسی وقت مؤثر ہوگی جب متابع تک سند صحیح ہوگی۔

(الإرشادات للشیخ طارق بن عوض الله، ص: ٦٤)

ان راویانِ حدیث کے علاوہ دیگر راویان اسی سند کو مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں جنھیں امام دارقطنی نے کتاب النزول میں بیان کیا ہے۔

محدثین کی اس حدیث پر جرح:

اسی لیے تو حافظ الدنیا، امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((والحدیث مضطرب غیر ثابت)) [علل الدارقطني: ٦/ ٣٢٤]

"یہ حدیث مضطرب ہونے کی بنا پر غیر ثابت ہے۔"

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا حدیث لا یصح." [العلل المتناهیة، ٢/٧٠، حدیث: ٩٢٠]

محقق شہیر شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اضطراب ہے جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے العلل اور النزول

میں بیان کیا ہے۔[تحقیق مشیخة أبي طاهر بن أبي الصقر، ص: ۷۸]

شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں اور وہ متابعت کے قابل ہے اور نہ شواہد کے۔

[التصوف فی میزان البحث، ج:۱، ص: ۵۵۹]

چوں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ دونوں کی حدیثیں ایک ہی ہیں اس لیے ان میں سے کوئی بھی دوسری کو تقویت نہیں پہنچا سکتی۔

دوسرا شاہد: حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:

محدث کبیر البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

ابن لهيعة حدثنا حيي بن عبد الله، عن أبي عبد الرحمن الحبلي، عن عبد الله بن عمرو مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

اس سند کو متابعات اور شواہد میں پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن لہیعہ لین الحدیث ہے اور اس کے باقی راویان کی توثیق کی گئی ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو لین کہا ہے۔

مگر رشدین بن سعد بن حیی نے ابن لہیعہ کی متابعت کی ہے۔ جسے امام ابن حیویہ رحمہ اللہ نے "جزء حديثه" میں بیان کیا ہے۔

اس لیے یہ حدیث حسن ہے۔[السلسلة الصحيحة، ج:۳، ص:۱۳۶]

ابن لہیعہ:

امام البانی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ پہلی سند میں ابن لہیعہ متکلم فیہ راوی ہیں۔ جن کے بارے میں متقدمین محدثین ہی کے زمانے سے ہنوز اختلاف چلا آ رہا ہے۔

بعض محدثین نے انھیں مختلطین راویوں میں بھی شمار کیا ہے اور ان کے اختلاط کے سبب ہی ان کے شاگردوں کی تقسیم بندی کی ہے۔ یعنی جنہوں نے اختلاط سے قبل سنا ہے ان کی روایت صحیح تسلیم کی جائے گی اور بعد از اختلاط روایت کرنے والوں کی روایت ضعیف گردانی جائے گی۔

مگر موصوف اختلاط سے قبل ہی سیء الحفظ تھے۔ اور اختلاط نے اس کی شدت میں مزید اضافہ کردیا۔ ان کے اختلاط نے اس وقت زور پکڑا جب ان کی احادیث کی کتب جل گئیں اور وہ پھر اپنے حافظے سے احادیث بیان کرنے لگے۔ ان کے اس اختلاط کو حافظ ابن حبان رحمہ اللہ وغیرہ نے تدلیس سے بھی تعبیر کیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دو بنیادی اسباب تھے جس کی بنا پر یہ غلطی کرتے تھے، ایک تو ان کا سیء الحفظ (برے حافظے والا) ہونا اور دوسرا روایت وسماعِ حدیث کے معاملے میں بے اعتنائی کا مظاہرہ کرنا۔

ضعف کا پہلا سبب: سوءِ حفظ:

ان کے سیء الحفظ ہونے کے بنا ہی پر حافظ ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے انہیں ردئ الحفظ قرار دیا ہے۔ [سؤالات البرذعی، ج: ۲، ص: ۳٤٦]

ایک اور مقام پر فرمایا: اس کا اوّل وآخر برابر ہے باستثنائے عبداللہ بن المبارک اور عبداللہ بن وہب۔ [الجرح والتعدیل، ج:۵، ص:۱٤۷]

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ان کا اختلاط ایسا نہ تھا کہ انھیں بالکل ہی معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ یہ احادیث میری ہیں یا نہیں، اسی لیے تو ان کے ثقہ شاگرد ابوالاسود کا بیان ہے کہ انہیں آخری عمر تک بھی اختلاط نہیں ہوا تھا۔

[معرفة الرجال لابن معین روایة ابن محرر، ص:۱۰۰، رقم: ۱۳٤، ٤۳۸، ۱۰۱۲]

اور یہی شاگرد ابن لہیعہ کے شیوخ کی روایات کے ساتھ دیگر راویوں کی روایت ملا دیتے اور وہ انھیں اسی طرح پڑھ دیتے۔

[الکامل لابن عدی، ج:٤، ص:١٤٦٢]

بلکہ اس دعویٰ کی تائید خود ابن لہیعہ کے اپنے قول سے ہوتی ہے کہ

"ولو سألوني لأخبرتهم أن ذلك ليس من حديثي."

[الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:٧، ص:٥١٦]

''اگر میرے شاگرد مجھ سے حدیث کی بابت سوال کریں تو میں انھیں بتلاؤں کہ یہ میری حدیثیں نہیں ہیں۔''

اور کبھی سوءِ حفظ کی بنا پر اقرار کرتے کہ یہ میری ہی حدیثیں ہیں، جس کی تفصیل ''دوسرے سبب'' میں آ رہی ہے۔

ان کے سیيء الحفظ ہونے کی بنا ہی پر امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کے متقدمین اور متأخرین شاگردوں کا سماع یکساں ہے۔

[سؤالات ابن الجنید، ص:٣٩٣]

ایک اور جگہ یوں تنقید کی: ليس بشيءٍ خواہ اسے تغیر ہوا ہو یا نہ ہو۔

[سؤالات ابن طهمان، ص:١٠٨]

ابن لہیعہ کے اہلِ علاقہ یعنی مصری حضرات نے بھی اس بات کی گواہی دی کہ اسے اختلاط نہیں ہوا تھا اس کا اوّل و آخر معاملہ یکساں تھا۔

[الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:٧، ص:٥١٦]

مگر حافظ العلائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاط سے قبل ہی متکلم فیہ تھا اور اختلاط نے اس کے ضعف کو اور زیادہ کر دیا۔

[کتاب المختلطین للعلائی، ص:٣۔ بحوالہ: أثر اختلاف الأسانيد والمتون فی اختلاف الفقهاء للدکتور ماهر یاسین فحل، ص:٣٣]

دکتور ماہر یٰسین فحل فرماتے ہیں:

"ابن لهيعة وهو سيىء الحفظ إلا في رواية العبادلة."

[أثر علل الحديث في اختلاف الفقهاء، ص:٨١ حاشيه]

دوسرا سبب: روایت اور سماع حدیث میں تساہل:

ابن لہیعہ پر دوسری قابلِ اعتماد اور مفسر جرح یہ ہے کہ وہ روایت اور سماعِ حدیث میں تساہل کا مظاہرہ کرتے تھے۔ لوگ احادیث خلط ملط کر کے انہیں تھما دیتے اور وہ انھیں اپنی سند سے بیان کردیتے تھے۔ یعنی اس کی پرواہ کیے بغیر کہ یہ احادیث میں نے اپنے شیوخ سے سنی بھی ہیں یا نہیں۔ اور جب ان پر اعتراض کیا جاتا کہ یہ حدیثیں تو آپ کی نہیں! فرماتے: کیوں نہیں، یہ میری تو ہیں۔ اور کبھی لوگ ان پر احادیث کی قراءت کرتے تو یہ خاموشی سے انہیں سنتے اور پھر اس کی روایت کی اجازت دیتے تھے جب ان سے استفسار کیا جاتا تو فرماتے جب لوگ مجھ سے ان احادیث کی بابت سوال کریں گے تو میں انہیں بتلاؤں گا کہ یہ میری حدیثیں نہیں ہیں لیکن وہ مجھ سے پوچھتے نہیں اور میں بھی خاموش رہتا ہوں۔

اسی حقیقت کو شیخ الاسلام امام بخاری رحمہ اللہ نے امام قتیبہ بن سعید سے یوں نقل کیا ہے کہ "رشدین (بن سعد) اور ابن لہیعہ کو حدیث کی جو کتاب دی جاتی تھی وہ دونوں لاپروائی میں اس کی قراءت شروع کردیتے تھے۔"

[التاريخ الأوسط للبخاري، ج:٤، ص:٧٨٠، رقم: ١٢٢٧]

امام قتیبہ کا یہی قول حافظ ابن حبان نے بھی المجروحين [ج:١، ص:٣٠٣] میں نقل کیا ہے۔

امام ابوداود صاحب السنن رحمہ اللہ (سؤالات أبي داود للإمام أحمد، ص: ٢٤٦، رقم: ٢٥٦) نے امام احمد رحمہ اللہ سے اور حافظ عقیلی رحمہ اللہ نے اپنی

سند سے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''ابن لہیعہ کی کتب جلنے کے بعد لوگ ان کے پاس لوگوں کی کتابیں لاتے اور ابن لہیعہ (بے پروائی میں) انہیں پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔'' [الضعفاء الكبير للعقيلي، ج:٢، ص:٢٩٥]

ان کے اس طرزِ عمل کی گواہی خود اس کے شہر کے باشندوں نے بھی دی ہے۔ [الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج:٧، ص:٥١٦]

بلکہ ابن لہیعہ کے مصری شاگرد سعید بن ابی مریم، جنہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ثقہ ثبت فقیہ قرار دیا ہے۔ [التقريب: ٢٠٢٤] کا بیان ہے کہ میں نے ابن لہیعہ کی اواخرِ عمر میں بربری قبیلہ دیکھا کہ وہ عراقی راویوں کی احادیث ابن لہیعہ پر پیش کرر ہے اور ابن لہیعہ ان کی موافقت کرر ہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن (کنیت ابن لہیعہ) یہ احادیث آپ کی تو نہیں۔ جواب دیا: کیوں نہیں! یہ میرے کانوں سے ٹکرائی ہیں۔

[الجرح والتعديل، ج:٥، ص:١٤٦۔ الكامل لابن عدی، ج:٤، ص:١٤٦٢]

اسی طرح ابن لہیعہ کے دوسرے ثقہ شاگرد النضر بن عبدالجبار ابوالاسود کا کہنا ہے کہ ہم ابن لہیعہ کے شیوخ کی روایات کے ساتھ دیگر راویوں کی روایت ملا دیتے ور وہ انہیں اسی طرح پڑھ کر بیان کر دیتے۔

[الكامل لابن عدی، ج:٤، ص:١٤٦٢]

سی طرح کا قول یحییٰ بن حسان التنیسی البصری (ثقة، التقريب: ٨٤٨١) کا ہے۔ [المجروحين لابن حبان، ج:٢، ص:١٣]

ن اقوال سے معلوم ہوا کہ انھیں (ابن لہیعہ کو) یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ فلاں روایت، میں نے فلاں استاد سے سنی ہے یا نہیں۔ اور آپ کے شاگرد بطورِ امتحان یہ طرزِ عمل اختیار کرتے تھے۔ اسی لیے تو امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام عبدالرحمٰن

بن مہدی رحمہ اللہ، امام یحی بن سعید القطان رحمہ اللہ اور امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔ (الكنى والأسماء للإمام مسلم، ج:۱، ص:۵۱۹، رقم: ۲۰۶۰)

امام ابن مہدی جرح وتعدیل کے معتدل اور امام ابن القطان متشدد امام ہیں۔ اگر یہ دونوں کسی راوی کی جرح پر متفق ہو جائیں تو وہ راوی قطعاً ثقہ نہیں ہوسکتا۔ چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فمن جرحاه لا يكاد ...... والله ...... يندمل جرحه."

(ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل للذهبي، ص:۱٦۷)

"جنھیں یہ دونوں مجروح قرار دیں ...... اللہ کی قسم ...... ان کی جرح دور نہیں ہوسکتی۔"

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس قول کا اعتبار حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔

[المتكلمون في الرجال، ص:۹۰۔ الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ للسخاوي، ص:١٦٤]

اس لیے امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کی روشنی میں ابن لہیعہ کی حیثیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چناں چہ شیخ محمد بن طلعت نے تو اس بات کو ترجیح دی ہے کہ "ابن لہیعہ ضعیف الحدیث ہیں خواہ ان سے روایت کرنے والا عبادلہ میں سے کوئی ہو یا ان کے علاوہ دیگر راویانِ حدیث ہوں۔ ہاں، عبادلہ کی روایت دیگر راویان کی نسبت کم ضعیف ہوتی ہے۔"

[معجم المدلسين لمحمد بن طلعت، ص:۲۹٤ حاشيه]

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں: ابن لہیعہ کے بارے میں راجح یہ ہے کہ عبادلہ کی روایت کی صورت میں اعتبار کیا جائے گا مگر ان کی ابن لہیعہ سے روایات سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کی وجہ خود ابن لہیعہ کا ضعیف ہونا ہے۔

[معجم المدلسين، ص:۵۰۵، ترجمة يعقوب بن عطاء]

نیز شیخ موصوف نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شیخ طارق بن عوض اللہ نے اپنی کتاب "النقد البناء فی تخریج حدیث أسماء فی کشف الوجه والکفین للنساء" میں ابن لہیعہ کے بارے میں مذکورہ بالا نتیجہ ذکر کیا ہے۔

[معجم المدلسين]

شیخ طارق نے فرمایا ہے: ابن لہیعہ مطلق طور پر ضعیف ہے۔

[حاشية منتخب العلل للخلال، ص:٢٤٩]

ابن لہیعہ کے بارے میں مزید تفصیلات کے لیے تحقیق وتعلیق النفح الشذی فی شرح الترمذی للدکتور احمد معبد عبدالکریم (ج:٢، ص:٧٩٤۔ ٨٦٣) اور التذییل علی تهذیب التهذیب للشیخ محمد بن طلعت (ص: ٢١٣۔ ٢٢١) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ روایت بھی ابن لہیعہ سے عبادلہ میں سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا۔ اس لیے ان کی روایت بطورِ اعتبار بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا یہ ان کے سيیء الحفظ اور احادیث میں تساہل برتنے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوسری علت:

ابن لہیعہ اس حدیث کو حیی بن عبدالله عن أبي عبدالرحمن الحبلی، عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اور حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے اسی سند سے متعدد منکر روایات حیی بن عبد اللہ شیخ ابن لہیعہ کے ترجمے میں ذکر کی ہیں۔ (الکامل لابن عدی، ج:٢، ص:٨٥٥۔ ٨٥٦)

جو دلالت کرتی ہیں کہ حیی بن عبد اللہ کی بہ کثرت منکر روایات ہیں اور ان منکرات میں سے ایک روایت "شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت" والی بھی ہے۔

تیسری علت:

اس روایت کو حسن بن موسیٰ نے ابن لہیعہ سے بالکل آخری دور میں سنا ہے جب لوگ اپنی حدیثوں کو ابن لہیعہ کے سامنے پیش کرتے اور وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ان کی موافقت کرتے تھے۔

چناں چہ امام العلل وطبیبہا علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحسن بن موسى إنما سمع من ابن لهيعة بآخره.

''کہ حسن بن موسیٰ نے ابن لہیعہ سے اس کے آخری دور میں سنا ہے۔''

[مسند الفاروق لابن کثیر، ج:۲، ص:٦٤٩]

لیجیے! علی الخبیر سقطت!

لہٰذا اس کی سند ظلمات بعضہا فوق بعض کی عملی تصویر ہونے کی بنا پر ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

رشدین کی متابعت کا جائزہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''رشدین بن سعد بن حيي نے ابن لهيعہ کی متابعت کی ہے۔ لہٰذا حدیث حسن ہوئی۔'' [الصحیحة، ج:۳، ص:۱۳٦]

رشدین بن سعد بھی ضعیف راوی ہے بلکہ اس میں ایک علت وہی تھی جو ابن لہیعہ میں تھی، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام قتیبہ بن سعید سے نقل کیا ہے ''کہ رشدین کو جو کتاب دی جاتی وہ اس سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیتے تھے۔''

[التاریخ الکبیر للبخاری، ج:۳، ص:۳۳۷، رقم: ۱۱٤٥۔ الضعفاء الصغیر للبخاری، ص:٤۳، رقم: ۱۲۳، تحفة الأقویاء]

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حقیقت کی یوں خبر لی ہے کہ ''وہ ہر سوال کا

جواب دیتے اور جو کچھ انھیں دیا جاتا اسے بیان کر دیتے، خواہ ان کی احادیث ہوں یا نہ ہوں۔" [المجروحين لابن حبان، ج:١، ص:٣٠٢]

مستزاد یہ کہ رشدین بن سعد ضعیف راوی ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس حديثه بشيء.

[معرفة الرجال لابن معين رواية ابن محرز، ص:٧٦، رقم:١٥۔ التاريخ، ج:٣، ص:٢٧٦، رقم: ١٣١٨ و ج:٤، ص:٤١٤ رواية الدوري]

امام ابن معین کا دوسرا قول لا يكتب حديثه کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

[الجرح والتعديل، ج:٣، ص:٥١٣]

یہی قول امام ابن نمیر رحمہ اللہ کا ہے۔

[تقدمة الجرح والتعديل، ص:٣٢٢۔ والجرح والتعديل، ج:٣، ص:٥١٣]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"منكر الحديث وفيه غفلة، ويحدث بالمناكير عن الثقات، ضعيف الحديث." [الجرح والتعديل، ج:٣، ص:٥١٣]

"منکر الحدیث ہے۔ غفلت کا شکار رہتا تھا۔ ثقہ راویانِ حدیث سے مناکیر بیان کرتا تھا۔ ضعیف الحدیث ہے۔"

امام الجوزجانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"عنده معاضيل ومناكير كثيرة." [أحوال الرجال، رقم: ٢٧٥]

حتی کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے متروک قرار دیا ہے۔

[الضعفاء للنسائی: ٢١٢]

ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی متروک قرار دیا ہے۔

[التلخيص الحبير، ج:١، ص:١٥]

اس لیے ایسا راوی کیوں کر کسی کی متابعت کر سکتا ہے۔ نتیجہ نکلا کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

تیسرا شاہد: حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن لہیعہ عن الزبیر بن سلیم، عن الضحاك بن عبد الرحمن، عن أبيه، قال: سمعت أبا موسى عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہ روایت کرتے ہیں۔

امام ابن ماجہ (۱۳۹۰)، امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ اور امام لالکائی رحمہ اللہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن عزرب، جو ضحاک کا والد ہے، مجہول ہے۔ ابن لہیعہ سے روایت کرنے میں امام ابن ماجہ نے اسے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔" [السلسلة الصحيحة، ج:۳، ص:۱۳۶]

یہ حدیث سنن ابن ماجہ کے علاوہ السنة لابن أبي عاصم (ج:۱، ص:۲۲۳، حدیث: ۵۱۰۔ فضائل الأوقات للبيهقي، ص:۱۳۲، رقم: ۲۹۔ شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي، ج:۳، ص:۴۴۷، حدیث: ۷۶۳۔ العلل المتناهية لابن الجوزی، ج:۲، ص:۷۱، حدیث: ۹۲۲۔ تهذيب الكمال للمزی، ج:۶، ص:۲۷۷۔ ۲۷۸، ترجمة: الزبير بن سليم) وغیرہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مرکزی راوی بھی ابن لہیعہ ہیں۔ ہم اوپر ضروری تفصیل عرض کر آئے ہیں کہ ابن لہیعہ سیئ الحفظ کی جرح کے ساتھ ساتھ سماعِ حدیث میں تساہل کی جرح سے بھی مجروح ہیں۔ اسی لیے اس سند میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔

دوسری سند میں اختلاف:

پہلی سند تو وہی ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ جب کہ دوسری سند میں الولید بن مسلم، ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہوئے الزبیر بن سلیم کے بجائے الضحاک بن ایمن کا نام ذکر کرتے ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ وہ اس سند میں "عن أبيه" کا واسطہ بھی ذکر نہیں کرتے۔ ولید بن مسلم کثیر التدلیس والتسویۃ ہیں۔

[التقريب: ٨٣٩٧]

ان دونوں اسانید کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے السنن (١٣٩٠) میں بیان کیا ہے۔ اور اسی اختلاف کی توضیح امام مزی رحمہ اللہ (تهذيب الكمال، ج:٦، ص:٢٧٧۔ ٢٨٧) اور ان کی متابعت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تهذيب التهذيب، ج:٣، ص:٣١٥۔ ٣١٦) وغیرہ نے کی ہے۔

اس اختلاف کا سبب ابن لہیعہ ہیں، اگرچہ حافظ مزی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی اس حدیث کے راویوں: الضحاک بن ایمن، عبدالرحمٰن بن عزرب اور الزبیر بن سلیم کے تذکرہ میں اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سند میں اختلاف کا سبب ابن لہیعہ کے علاوہ یہ مجاہیل راویانِ حدیث بھی ہو سکتے ہیں، چونکہ ابن لہیعہ پر جرح ان تینوں مجہول راویوں سے زیادہ ہے، اس لیے اس اختلاف کا موجب اسے ہی قرار دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سند میں انقطاع:

امام البانی کی پیش کردہ سند میں الضحاک بن عبدالرحمٰن کا "عن أبيه" کے واسطے سے بیان کرنا اور ولید بن مسلم کی سند سے "عن أبيه" کے واسطے کے بغیر

روایت کرنا بھی غمازی ہے کہ الضحاک کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی متیقن نہیں، اس لیے یہ سند منقطع بھی ہے۔ حافظ عراقی نے بھی امام العلل ابوحاتم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ الضحاک کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔ (تحفة التحصيل للعراقي، ص: ١٥٤)

علامہ مناوی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ عراقی رحمہ اللہ کا قول پیش کرتے ہیں کہ الضحاک نے حضرت ابوموسیٰ سے نہیں سنا۔

[فيض القدير للمناوى، ج:٢، ص:٢٦١]

جیسے الضحاک بن عبدالرحمٰن کی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، اسی طرح "أبيه" کی ملاقات بھی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن السندی نے حافظ منذری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ عبدالرحمٰن بن عزرب کی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

[مرعاة المفاتيح، ج:٤، ص:٣٤١]

اسی طرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی بصیغۂ تمریض نشان دہی کی ہے۔

[أطراف المسند المعتلى، ج:٧، ص:٩٦۔ وإتحاف المهرة كلاهما لابن حجر، ج:١٠، ص:٣٢]

یعنی الضحاک بن عبدالرحمٰن اسے براہِ راست حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کریں یا اپنے باپ کے واسطے سے بیان کریں ہر دو صورت میں روایت منقطع ہے۔

مجاہیل راویان حدیث:

اس عدمِ سماع کی علت کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عزرب بھی مجہول ہے۔

[التقريب: ٤٤١٤]

اور اس علت کو امام البانی رحمہ اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح الضحاک کا شاگرد اور ابن لہیعہ کا استاد الزبیر بن سلیم بھی مجہول ہے۔ [التقریب: ۲۱۷۹]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ اور شاگرد مجہول ہے۔ ابن لہیعہ کے علاوہ اس کا کوئی شاگرد نہیں۔ [میزان الاعتدال، ج:۲، ص:٦٧]

الولید بن مسلم کی بیان کردہ سند میں الضحاک بن ایمن الکلبی بھی مجہول ہے۔ [التقریب: ۳۲۷۹]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لا یدری من ذا؟ کی جرح کی ہے۔

[میزان الاعتدال، ج:۲، ص:۳۲۲]

اس لیے یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور اس کا سبب خود ابن لہیعہ ہیں۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ بھی انہیں موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہذا حدیث لا یصح وابن لهيعة ذاهب الحديث."

[العلل المتناهية، ج:۲، ص:۷۱، حدیث:۹۲۲]

حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے ابن لہیعہ کے ساتھ ولید بن مسلم کی تدلیس کو بھی شامل کیا ہے۔ [مصباح الزجاجة، ج:۱، ص: ۲٤۷، حدیث: ٤۹۳۔ ٤۹٤]

مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے انقطاع کے علاوہ اس کی علت الضحاک بن ایمن الکلبی کی جہالت بھی بیان فرمائی ہے۔ [مرعاة المفاتيح، ج: ٤، ص: ۳٤۱]

اس لیے جو روایت اس قبیل سے ہو وہ کیوں کر کسی دوسرے کی مؤید بن سکتی ہے خصوصاً جس کا مدار ابن لہیعہ جیسے مضطرب الحدیث اور سیئ الحفظ راوی پر ہو۔

تنبیہ: طباعتی غلطی:

السنة لابن أبي عاصم (ج:۱، ص:۲۲۳، حدیث: ۵۱۰) میں ابن لہیعہ کے استاد الزبیر بن سلیم کے بجائے الربیع بن سلیمان اور شرح أصول اعتقاد

أهل السنة للالكائي (ج:٣، ص:٤٤٧، حديث: ٧٦٣) میں الزبیر بن سلیمان مذکور ہے۔

یہ دونوں نام غیر صحیح ہیں۔ درست نام الزبیر بن سلیم ہے۔ جیسا کہ علامہ مزی رحمہ اللہ نے بھی تہذیب الکمال میں صراحت فرمائی ہے۔

چوتھا شاہد: حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

مسند البزار میں هشام بن عبدالرحمن، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة مرفوعا بیان کرتے ہیں۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہشام بن عبدالرحمٰن کو میں نہیں پہچانتا، باقی راوی ثقہ ہیں۔''

[السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٧]

بلاشبہ ہشام بن عبدالرحمٰن مجہول راوی ہے جیسا کہ امام البانی رحمہ اللہ نے حافظ ہیثمی رحمہ اللہ سے اس جرح کو بھی تائیدی انداز میں نقل فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاريخ الكبير (ج:٨، ص: ١٩٩) میں اس کے ایک شاگرد (عبداللہ بن غالب العبادانی) اور ایک ہی استاد (الاعمش) کو ذکر کیا ہے جو اس کے مجہول ہونے کی تلمیح ہے اور عین ممکن ہے کہ ہشام بن عبدالرحمٰن پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کے پیشِ نظر یہی روایت ہو۔

حافظ بزار رحمہ اللہ بھی ہشام کے تفرد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبدالرحمٰن کا کوئی متابع نہیں۔

[كشف الأستار، ج:٢، ص:٤٣٦، رقم: ٢٠٤٦]

امام اعمش کثیر التدلیس ہیں:

اس حدیث میں دوسرا ضعف سلیمان بن مہران، جو الاعمش کے لقب سے

معروف ہیں، کی تدلیس ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "طبقات المدلسین" (ص: ٤٢، ٤٣) میں ان کا شمار مدلسین کے دوسرے طبقے میں کیا ہے یعنی جن کی تدلیس کم ہوتی ہے۔ مگر بعد میں "النکت علی کتاب ابن الصلاح" (ج: ۲، ص: ٦٤٠) میں انھیں مدلسین کے تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے جن کے بارے میں حافظ صاحب خود فرماتے ہیں:

" من أكثروا من التدليس وعرفوا به."

"جو بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں اور ان کی پہچان ہی تدلیس ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مؤخر الذکر موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ "النکت علی کتاب ابن الصلاح"، "طبقات المدلسین" کے بعد کی کتاب ہے۔ اگرچہ دکتور مسفر دمینی نے بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ صاحب کو انھیں مدلسین کے تیسرے یا چوتھے طبقے میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ [التدليس في الحديث، ص: ٣٠٥]

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام اعمش کثیر التدلیس ہیں۔ حافظ ابوزرعہ ابن عراقی رحمہ اللہ، حافظ سیوطی رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، امام مقدسی رحمہ اللہ وغیرہم نے بھی انھیں مدلسین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابوالفتح ازدی نے تو کہا ہے کہ ہم اعمش کی تدلیس (عنعنہ) کو قبول نہیں کرتے۔ [الكفاية للخطيب البغدادي، ج:۲، ص:۳۸۷]

یہاں تک کہ حافظ علائی رحمہ اللہ نے انھیں "مشهور بالتدليس مكثر منه" یعنی تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ قرار دیا ہے۔
[جامع التحصيل للعلائي، ص:٢٢٨، رقم: ٢٥٨]

امام اعمش، ضعیف، مجہول اور متروک راویوں سے تو تدلیس کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ تدلیس التسویہ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام

عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ (تاريخ عثمان الدارمي، ص: ٢٤٣) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔

[الكفاية، ج:٢، ص:٣٩٠، رقم: ١١٦٩]

مذکورۃ الصدر روایت اعمش، ابوصالح ذکوان سے کرتے ہیں۔ اور روایت معنعن ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔

الغرض یہ روایت ہشام کی جہالت، سلیمان کی تدلیس اور نکارت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور ایسی روایت دوسری روایت کی متابعت اور تائید نہیں کرسکتی۔

پانچواں شاہد: حدیث حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”عبد الملك بن عبد الملك، عن مصعب بن أبي ذئب، عن القاسم بن محمد، عن أبيه، أو عمه، عن أبي بكر الصديق مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

امام منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو لا بأس کہا ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن عبدالملک کو ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکر کیا مگر اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔ اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ نے حافظ منذری اور حافظ ہیثمی کی تائید کی ہے۔ عبدالملک موصوف کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”في حديثه نظر“ اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہی نصف شعبان کی فضیلت والی روایت تھی۔ جیسا کہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے۔“

(السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٧، ملخصاً)

یہ حدیث كتاب الرد على الجهمية للدارمي (ص: ٣٤ـ٣٥) السنة لابن أبي عاصم (١/ ٢٢٢، حديث: ٥٠٩) كتاب التوحيد لابن خزيمة

(ص: ۱۳۶) ذکر أخبار أصبهان لأبي نُعيم (۲/ ۲) طبقات المحدثين بأصبهان لأبي الشيخ (۲/ ۱٤۹۔ ۱۵۰) الضعفاء الكبير للعقيلي (۳/ ۲۹) شرح السنة للبغوی (٤/ ۱۲۷) مسند البزار (۱/ ۱۵۷، حديث: ۸۰ و ص: ۲۰٦، حديث: ۸۰ م ۔ البحر الزخار۔) كشف الأستار للهيثمي (۲/ ٤۳۵، حديث: ۲۰٤۵) شعب الإيمان للبيهقي (۳/ ۳۸۱، حديث: ۳۸۲۸، ۳۸۲۹) الكامل لابن عدى (۵/ ۱۹٤٦) شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي (۳/ ٤۳۸۔ ٤۳۹، حديث: ۷۵۰) العلل المتناهية لابن الجوزي (۲/ ٦٦۔ ٦۷، حديث: ۹۱٦) وغیرہ میں ہے۔

پہلی علت: مجاہیل راویان:

امام ہیثمی کا اس حدیث کے راوی عبدالملک بن عبدالملک کے بارے میں یہ فرمانا کہ حافظ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے موصوف کو ''الجرح والتعدیل'' میں ضعیف قرار نہیں دیا اور امام البانی رحمہ اللہ کا ان کی تائید کرنا قابلِ غور ہے۔ کیوں کہ حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس سند کے تین راویوں کو مجہول (ضعیف) قرار دیا ہے۔ ایک تو عبدالملک بن عبدالملک دوسرے ان کے شاگرد اور تیسرے عبدالملک کے استاد ہیں۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ کے الفاظ ان کے بیٹے نقل کرتے ہیں:

''مصعب بن أبی ذئب: روى عن القاسم بن محمد، روى عنه عبد الملك بن أبی ذئب۔ روى عمرو بن الحارث، عن عبد الملك بن عبد الملك، عن مصعب بن أبي ذئب هذا۔ سمعت أبی يقول ذلك. ويقول: لا يعرف منهم إلا القاسم بن محمد يعنى في الإسناد''

[الجرح والتعديل، ج:۸، ص:۳۰٦۔ ۳۰۷، ترجمه: ۱٤۱۸]

گویا حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ اسی حدیث پر تبصرہ فرما رہے ہیں کہ اس کے تین راوی مجہول ہیں۔ بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے تو مصعب بن ابی ذئب کو متروک قرار دیا ہے۔ [سؤالات البرقاني، رقم:٥٠٨]

دوسری علت: عبدالملک کی منکر روایت:

حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ نے تو عبدالملک کو مجہول قرار دیا ہے مگر درست بات یہ ہے کہ موصوف ضعیف راوی ہے اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ چناں چہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فيه نظر حديثه في أهل المدينة."

یعنی سخت ضعیف راوی ہے۔ مدنیوں سے اس کی فضیلت نصف شعبان والی روایت معروف ہے۔ [التاريخ الكبير للبخاری، ج:٥، ص:٤٢٤۔ ٤٢٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کو حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے عبدالملک کے تذکرہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ [الكامل لابن عدی، ج:٥، ص:١٩٤٦]

حافظ بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنة (ج:٤، ص:١٢٧) میں اس کی مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد اس جرح کو ذکر کیا ہے۔ گویا ان دونوں ائمۂ کرام نے امام بخاری رحمہ اللہ کی تائید کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تلمیح "حديثه في أهل المدينة" کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت والی حدیث کی طرف ہے، جسے عبدالملک نے روایت کیا ہے۔
[ميزان الاعتدال، ج:٢، ص:٦٥٩ ملخصاً]

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد آدم بن موسیٰ کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ہمیں بیان کی۔ الضعفاء الكبير للعقيلي (ج:٣، ص:٢٩)

الضعفاء الكبير للعقيلي (ج:٣، ص:٢٩) اور ميزان الاعتدال (ج:٢، ص:٦٥٩) میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح "في حديثه نظر" بھی موجود ہے کہ اس کی حدیث سخت ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام ذہبی رحمہ اللہ سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔
[لسان الميزان، ج:٤، ص:٦٧]

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"منكر الحديث جداً، يروى مالا يتابع عليه فالأولى في أمره ترك ما انفرد به من الأخبار."

"یہ منکر الحدیث جداً ہے۔ ایسی روایات بیان کرتا ہے جس میں اس کی متابعت نہیں پائی جاتی، اس لیے جن احادیث میں منفرد ہو ان کا ترک کرنا زیادہ بہتر ہے۔" [المجروحين لابن حبان، ج:٢، ص:١٣٦]

اسی لیے تو حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے متروک قرار دیا ہے۔
[سؤالات البرقانی، رقم:٣٠٤]

اس لیے یہ حدیث منکر اور سخت ضعیف ہے اور اس کا سبب عبدالملک موصوف ہے۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے ترجمے میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء الكبير (ج:٣، ص:٢٩) حافظ ابن عدی رحمہ اللہ (الكامل، ج:٥، ص:١٩٤٦) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (ميزان الاعتدال، ج:٢، ص:٦٥٩) وغیرہ نے اس منکر حدیث کو عبدالملک کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ سے اس حدیث کا منکر ہونا ذکر کیا ہے۔ شرح السنة (ج:٤، ص:١٢٧) اور اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حافظ

ابو حاتم نے اس حدیث کے تین راویوں کو مجہول قرار دیا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عبدالملك بن عبد الملك معروف بهذا الحديث، ولا يرويه عنه غير عمرو بن الحارث، وهو حديث منكر بهذا الإسناد." [الكامل لابن عدى، ج:٥، ص:١٩٤٦]

"عبدالملک بن عبدالملک اس حدیث کی وجہ سے معروف ہوئے ہیں۔ اور اسے ان سے بیان کرنے والے عمرو بن الحارث ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے منکر ہے۔"

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" هذا حديث لا يصح ولا يثبت."

"یہ حدیث غیر صحیح اور غیر ثابت شدہ ہے۔"

[العلل المتناهية لابن الجوزى، ج:٢، ص:٦٦-٦٧]

تیسری علت: انقطاع در انقطاع:

اس حدیث کے ضعیف ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق اسے بطور شبہ عن أبيه أو عن عمه، عن أبى بكر الصديق مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

عن أبيه سے مراد محمد بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اور عن عمه سے مراد عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔

اگر پہلی صورت درست قرار دی جائے تو حضرت قاسم بن محمد کا اپنے باپ محمد بن ابی بکر الصدیق سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ حافظ العلائی (جامع التحصيل للعلائی، ص: ٣١٠)، حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سير أعلام النبلاء، ج:٥، ص: ٥٤)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الأمالي المطلقة، ص: ۱۲۲) نے صراحت کی ہے۔

اسی طرح محمد بن ابی بکر کا اپنے والد محترم، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ممکن نہیں کیونکہ محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سفر میں پیدا ہوئے۔

[صحيح ابن خزيمة: ٤/ ١٦٧، حديث: ٢٦١٠ وجامع التحصيل للعلائی، ص:٣١٠]

جب حضرت ابوبکر الصدیق کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے کی عمر تین برس سے بھی کم تھی۔ [البحر الزخار، ج:١، ص:١٥٦]

حافظ بزار رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ محمد بن ابی بکر نے اپنی صغرسنی کی وجہ سے اپنے باپ سے سماع نہیں کیا۔

[البحر الزخار، ج:١، ص:١٥٨]

گویا اس سند میں انقطاع در انقطاع ہے۔ قاسم بن محمد کا اپنے باپ محمد سے عدمِ سماع، اور محمد کا اپنے باپ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے عدمِ سماع۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحسین کا جواب:

لیکن اگر اس کی دوسری سند (القاسم بن محمد، عن عمه، عن أبي بكر لصديق مرفوعاً) کو درست تسلیم کیا جائے تو امام قاسم بن محمد کی یہ سند سماع پر محمول ہونے کی وجہ سے متصل قرار دی جائے گی۔ کیوں کہ موصوف نے اپنی زندگی کے کم وبیش پینتالیس برس اپنے چچا کی حیات میں گزارے اور آپ تدلیس بھی نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ روایت متصل تسلیم کی جائے گی۔ اسی لیے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر قاسم بن محمد یہ روایت اپنے چچا عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کریں تو حسن روایت ہوگی۔ [الأمالی المطلقة لابن حجر، ص:١٢٢]

مگر حضرت قاسم بن محمد کا اپنے چچا سے روایت کرنے کو درستی پر تبھی محمول کیا جائے گا جب اس کی سند کے باقی راوی ثقہ وصدوق ہوں گے۔ مگر یہاں تو عالم

یہ ہے کہ محدثین اس حدیث کو عبدالملک کی منکرات میں شمار کررہے ہیں۔ عمرو بن الحارث اور مصعب بن ابی ذئب دونوں مجہول ہیں۔ اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا عن عمه والی روایت کو حسن قرار دینا بھی لائقِ التفات نہیں۔

چھٹا شاہد: حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

ابن لهيعة، عن عبد الرحمن بن أنعم، عن عبادة بن نسی، عن كثير بن مرة، عن عوف بن مالك مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

امام بزار نے اس سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میرے نزدیک اس کی علت عبدالرحمٰن بن انعم ہے۔ اور امام ہیثمی نے بھی بایں وجہ اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

امام احمد بن صالح رحمہ اللہ نے موصوف کی توثیق کی ہے، جبکہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن لہیعہ لین ہے۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔

میں (البانی) کہتا ہوں: مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت کی ہے اور اسے کثیر بن مرۃ عن النبی مرسلاً روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے مرسل جید قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ المنذری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [السلسلة الصحيحة، ج:۳، ص:۱۳۷۔ ۱۳۸]

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کو تسلیم بھی کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت کی ہے۔ مگر جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن الافریقی تو ضعیف ہے ہی، یہاں ان کے شاگرد ابن لہیعہ ہیں۔

اور اس موضوع سے متعلقہ ابن لہیعہ کی یہ تیسری روایت ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی بھی ابن لہیعہ ہیں۔ اور ہم انھیں بالترتیب "دوسرا شاہد"، "تیسرا شاہد" کے تحت بیان کر آئے ہیں۔

اس لیے اس امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ روایت بھی ابن لہیعہ کے تساہل کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آئی ہو۔

یا پھر یہ اس اضطراب کا نتیجہ ہے، جسے ہم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کر آئے ہیں۔ اور آئندہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بھی اس کا کچھ ذکر آئے گا۔

امام البانی رحمہ اللہ بھی راویانِ حدیث کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت میں اسے کثیر بن مرۃ سے مرسلاً بیان کیا ہے۔ حالاں کہ راویانِ حدیث کا روایتِ حدیث میں کثیر بن مرۃ یا مکحول پر اختلاف اس سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی ہر سند دوسری سند سے بڑھ کر ضعیف ہے۔ اور یہ ایسا اضطراب ہے کہ ایک سند کو دوسری پر ترجیح دینا انتہائی محال ہے۔ انھی مضطرب سندوں میں سے ایک مرفوع سند وہی ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے چھٹے شاہد کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

سندِ حدیث میں اضطراب:

کثیر بن مرۃ سے جب عبادۃ بن نسی نے روایت کی تو ابن لہیعہ اور افریقی نے اسے مرفوع بنا دیا۔ جب مکحول اور خالد بن معدان نے کثیر سے روایت کی تو اسے مرسل بنا ڈالا۔

خالد بن معدان کی روایت کو امام الحارث رحمہ اللہ نے المسند میں بیان فرمایا۔

[بغية الباحث للهيثمي، ج:١، ص:٣٢٤، حديث: ٣٣٨]

اور اسی حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (المطالب العالية، ج:٦، ص:١٦٢، حديث: ١٠٨٧) اور حافظ بوصیری رحمہ اللہ (إتحاف الخيرة المهرة، ج:٣، ص:٨٤-٨٥، حديث: ٢٢٣٩) میں نقل فرمایا ہے۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

مکحول کی روایت کو الحجاج بن ارطاۃ روایت کرتے ہیں۔ (مصنف ابن أبي شيبة، ج:٦، ص:١٠٨، حديث: ٢٩٨٥٩، كتاب النزول للدارقطني، ٨٢، علل الدارقطني، ج:٦، ص:٥١ وج:١٤، ص: ٢١٨، شعب الإيمان للبيهقي، ج:٣، ص:٣٨١، حديث: ٣٨٣١، فضائل الأوقات للبيهقي، ص:١٢٢، حديث:٢٣)

قیس بن سعد نے حجاج بن ارطاۃ کی متابعت کی ہے۔(مصنف عبدالرزاق، ج:٤، ص:٣١٧، حديث: ٧٩٢٤) مگر اس کی سند المثنی بن الصباح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

کثیرہ بن مرۃ پر مزید اختلاف:

مکحول الشامی کے شاگرد کبھی تو اسے کثیر بن مرۃ کا قول بتاتے ہیں۔

[مصنف عبدالرزاق، ج:٤، ص:٣١٦، حدیث: ٧٩٢٣، کتاب النزول للدارقطنی: ٨٣]

کتاب النزول (٨٣) میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے دادا استاد ابراہیم بن مجشر بن معدان کو حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے "ضعيف يسرق الحديث" قرار دیا ہے۔ (الكامل لابن عدى، ج:٢، ص:٧٤٧)۔ امام الفضل بن صالح رحمہ اللہ بھی اس پر تنقید کرتے اور جھوٹا کہتے تھے۔

[تاریخ بغداد، ج:٦، ص:١٨٥۔ لسان المیزان، ج:١، ص:٩٥]

محمد بن یوسف، ابن ثوبان، عن أبیه، عن مکحول، عن خالد بن معدان عن کثیر بن مرة مقطوعاً یعنی کثیر کا قول بیان کرتے ہیں۔
[کتاب النزول للدارقطني، ص: ٨٤]

جبکہ ابوخلید، ابن ثوبان، عن أبیه، عن خالد بن معدان، عن کثیر بن مرة، عن معاذ بن جبل مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔[علل الدار قطني، ج:٦، ص:٥١]

ابوخلید کبھی الأوزاعي وابن ثوبان، عن أبیه، عن مکحول، عن معاذ بن جبل مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اور یہ وہی سند ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کے لیے اساس قرار دیا اور پھر اس کے سات شواہد بیان کیے۔ گزشتہ صفحات میں ہم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بے اصل ہونے کے لیے امام ابو حاتم رحمہ اللہ اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ذکر کر آئے ہیں۔

امام مکحول کے شاگرد کبھی ابوادریس سے مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ [علل الدارقطني، ج:٦، ص:٥١] اور کبھی مقطوعاً۔[کتاب النزول للدارقطني: ٨٥] اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ذکر کرتے ہیں۔[علل الدارقطني، ج:١٤، ص:٢١٧] اور کبھی مکحول براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔[کتاب النزول: ٨٦،٨٧] اور کبھی حضرت کعب الاحبار سے ان کا قول بیان کرتے ہیں۔[کتاب النزول:٨٧]

اسی اضطراب کی بنا پر حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر فرمایا کہ یہ حدیث ہی ثابت نہیں۔

اس اضطراب کی معمولی جھلک ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ راویانِ حدیث اسے مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ جب کسی راوی نے اسے مرفوع بیان

کردیا تو شیخ البانی رحمہ اللہ سمجھے کہ یہ گزشتہ احادیث کا شاہد ہے۔ حالاں کہ وہ سند تو خود ہی اضطراب کی پیداوار ہے۔ اس لیے اس کا وجود اور عدمِ وجود دونوں برابر ہیں۔ اور اس حدیث کی وہی حقیقت ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے۔ یا پھر ابن لہیعہ کی بیان کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ہے۔

ساتواں شاہد: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"حجاج عن يحيىٰ بن أبي كثير، عن عروة، عن عائشة مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں، مگر حجاج بن ارطاۃ مدلس ہیں اور حدیث معنعن ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا۔" [السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٨]

یہ حدیث مسند أحمد (٦/ ٢٣٨) سنن ابن ماجه (رقم: ١٣٨٩) مصنف ابن أبي شيبة (٦/ ١٠٨، حديث: ٢٩٨٥٨) مسند إسحاق بن راهويه (٢/ ٣٢٦۔ ٣٢٧، حديث: ٨٥٠، ١٧٠٠، ١٧٠١) شعب الإيمان (٣/ ٣٧٩، حديث: ٣٨٢٤، ٣٨٢٦) فضائل الأوقات (ص: ١٣٠، رقم: ٢٨) والدعوات الكبير كلهم للبيهقي بحواله: الباعث على إنكار البدع والحوادث لأبي شامة (ص: ١٣١۔ ١٣٢) شرح السنة للبغوي (٤/ ١٢٦، حديث ٩٩٢) مسند عبد بن حميد (٣/ ٢٣٣، حديث: ١٥٠٧ ۔المنتخب۔) مشيخة أبي طاهر بن أبي الصقر للإمام محمد الأنباري (ص:

٧٦ـ٧٧، حديث: ٩) شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي (٣/ ٤٤٨، حديث: ٧٦٤) العلل للدارقطني (سؤال: ٣٥٧٣) العلل المتناهية لابن الجوزي (٢/ ٦٦، حديث: ٩١٥) وغیرہ میں ہے۔

ائمۂ فن کی جرح:

اس حدیث کا مرفوع بیان کرنا بھی راویانِ حدیث کا وہم ہے۔ اور یہ سند بھی اضطراب کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئی ہے، اسی لیے امام ترمذی رحمہ اللہ اس سند پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> حديث عائشة لا نعرفه إلّا من هذا الوجه من حديث الحجاج، وسمعت محمداً ...... يعنى البخارى ...... يضعف هذا الحديث۔ وقال: يحيى بن أبي كثير لم يسمع من عروة، والحجاج بن أرطاة لم يسمع من يحيى بن أبي كثير ۔ [ترمذی: ٧٣٩]

> ”حجاج بن ارطاۃ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً حدیث کو ہم اسی سند سے جانتے ہیں۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: یحی بن ابی کثیر نے عروہ سے، اور حجاج بن أرطاۃ نے یحی بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔“

گویا امام ترمذی رحمہ اللہ نے حجاج بن ارطاۃ کے تفرد کی طرف اشارہ کیا اور پھر سند میں دو مقامات پر انقطاع کی نشاندہی فرمائی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے علاوہ حافظ عجلی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی نشان دہی فرمائی کہ حجاج نے یحی بن ابی کثیر سے کچھ نہیں سنا۔ یہ ان سے مرسل روایت بیان کرتے ہیں۔ مکحول شامی سے بھی ان کا

معاملہ اسی طرح کا ہے۔

[معرفة الثقات والضعفاء للعجلی، ج:١، ص:٢٨٤، رقم: ٢٦٤، ترتیب الهيثمی والسبکی]

اس تفرد اور انقطاع کے باوصف حجاج چوتھے طبقے کے مدلس راوی ہیں۔

[معجم المدلسین للشیخ محمد بن طلعت، ص: ١٢٩۔ ١٣٠] اور روایت معنعن ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ کی مذکورہ بالا مرفوع حدیث کو یحی بن ابی کثیر کی مرسل روایت کی بنا پر منکر اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے شیخ امام حاکم رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

إنما المحفوظ هذا الحديث من حديث الحجاج بن أرطاة عن يحيى بن أبي كثير مرسلًا."

[شعب الإيمان للبيهقی، ج:٣، ص:٣٧٩، حديث: ٣٨٢٥، ٣٨٢٦]

"کہ حجاج بن ارطاۃ کی یحی بن ابی کثیر سے مرسل روایت ہی محفوظ ہے۔"

یعنی اس سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ منکر ہے اور محفوظ روایت یحی بن ابی کثیر سے مرسل ہی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس قول کی خاموش تائید کی ہے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو "العلل المتناهية" (ج:٢، ص:٦٦، حديث: ٩١٥) میں ذکر کیا ہے اور اس کی تضعیف میں امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کا مختلط سا قول بیان کیا ہے اور پھر حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی تضعیف بھی نقل کی ہے۔

حافظ الدنیا، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے مسندِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں راویانِ حدیث کے جہاں اضطراب کو ذکر کیا، وہیں حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی سند کو بھی ذکر کیا اور کثیر بن مرۃ الحضرمی کے ارسال کی جانب بھی نشان دہی فرمائی، پھر فرمایا:

”إسناد الحدیث مضطرب، غیر ثابت۔“

[علل الدارقطنی، ج:١٤، ص:٢١٨]

”کہ حدیث کی سند مضطرب اور غیر ثابت ہے۔“

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مسند کو بھی ذکر کیا۔ [علل الدار قطنی، ج:٦، ص:٥١]

اور سبھی کے بارے میں فرمایا:

والحدیث مضطرب، غیر ثابت، إسناد الحدیث مضطرب وغیرہ

اس سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے ہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اضطراب کا نتیجہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی دیگر بہت سی اسانید ہیں مگر وہ سب کی سب اضطراب کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس لیے ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، شائقینِ علم ”العلل المتناهیة لابن الجوزي“ (حدیث: ٩١٦، ٩١٧، ٩١٨، ٩١٩) ملاحظہ فرمائیں۔

آثارِ تابعین

امام البانی رحمہ اللہ نے مرفوع احادیث کے ساتھ ساتھ تین آثار بھی ذکر کیے ہیں، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں ''کہ حافظ لالکائی رحمہ اللہ نے عطاء بن یسار، مکحول اور فضل! ابن فضالۃ سے مختلف اسانید سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ اور ایسی روایات حکماً مرفوع ہوتی ہیں کیوں کہ ان میں رائے کو دخل نہیں۔''

[السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٨، ملخصاً]

عطاء بن یسار رحمہ اللہ کا اثر ضعیف ہے:

حافظ لالکائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرنا الحسين بن عمر قال: أخبرنا أحمد بن الحسن!: قال ثنا بشر بن موسى: قال ثنا سعيد بن منصور: قال ثنا أبو معشر عن أبي حازم! ومحمد بن قيس عن أبي حازم عن عطاء بن يسار ...... قوله ...... [شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي، ج:٣، ص:٤٥١، رقم: ٧٦٩]

اس کی سند میں ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن ضعیف راوی ہیں۔

[التقريب: ٧٩٩٤]

اور انھیں آخری عمر میں زبردست اختلاط ہوگیا تھا۔

[معجم المدلسين للشيخ محمد بن طلعت، ص:٣١٦۔ ٣١٨]

ابومعشر کے شیخ محمد بن قیس کا تعین قدرے مشکل ہے۔ کیوں کہ اس نام کے

دو آدمی ہیں، پہلے قاص (قاضِ) عمر بن عبدالعزیز کے لقب سے مشہور ہیں اور ابومعشر کا ان سے روایت کرنا حافظ مزی (تهذيب الكمال، ج:١٧، ص:١٧١) نے ذکر فرمایا ہے۔

اور دوسرے محمد بن قیس جو "شيخ أبي معشر" کی نسبت سے معروف ہیں اور یہ ضعیف راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی ''شیخ ابی معشر'' کو ترجیح دی ہے اور جو اس سے مراد قاص عمر بن عبدالعزیز لیتے ہیں، ان کا ردّ کیا ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

محمد بن قيس شيخ أبى معشر، ضعيف، من الرابعة و وهم من خلطه بالذي قبله ...... تمييز۔ [التقريب: ٧٠٣٢]

اس لیے اس اثر کا دوسرا ضعف یہ ہے کہ ابومعشر کے شیخ بھی ضعیف ہیں۔

شرح لالکائی میں طباعتی اغلاط:

تنبیہ (۱): اس اثر کی ظاہری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قیس، ابومعشر نجیح کے، متابع ہیں۔ حالاں کہ یہ متابع نہیں بلکہ محمد بن قیس، ابومعشر کے استاد ہیں۔ اس لیے درست سند یوں ہوگی: أبو معشر، عن محمد بن قيس، عن أبي حازم ...... اس پر مستزاد یہ ہے کہ کسی بھی حدیث میں محمد بن قیس اور ابومعشر ایک دوسرے کے متابع نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

تنبیہ (۲): حافظ لالکائی کے دادا استاد کا نام احمد بن الحسن وارد ہوا ہے جب کہ درست نام (محمد بن) احمد بن الحسن ابوعلی البغدادی المعروف بابن الصواف ہے۔ اور یہی نام شرح اصول اعتقاد میں (ج:١، ص:٥٥، حديث: ١٢ و ٢٩٣، ٤٠٩) درست واقع ہوا ہے۔

حضرت عطاء کا دوسرا اثر:

حافظ لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن یسار کے اسی اثر کے بعد دوسرا اثر ذکر کیا ہے جو پہلے اثر کی نقیض ہے۔ چناں چہ عبدالعزیز بن ابی رواد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یسار کے پاس شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کے بارے میں تذکرہ چھڑا تو سن کر فرمانے لگے۔

"إني لأرجو أن يكون ذلك في كل ليلة۔"

[شرح أصول اعتقاد، ج:۳، ص:٤٥١، رقم: ۷۷۰]

''میں امید کرتا ہوں کہ یہ فضیلت ہر رات کو حاصل ہے۔''

اس لیے اس دوسرے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام لالکائی رحمہ اللہ بھی حضرت عطاء بن یسار سے شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کا اثبات نہیں کر رہے۔ لہٰذا امام البانی رحمہ اللہ کا اس فضیلت کے قائلین میں حضرت ابن یسار کو شامل کرنا درست نہیں۔

امام مکحول کا اثر:

امام البانی نے دوسرا اثر حضرت مکحول الشامی کا بیان فرمایا ہے:

اور یہ اثر حسن سند سے مروی ہے۔

[شعب الإيمان، ج:۳، ص:۳۸۱، رقم: ۳۸۳۰]

اور اسی اثر کو راویانِ حدیث نے مرفوعاً بیان کردیا اور کبھی دوسرے راویان پر موقوفاً بیان کردیا۔

تنبیہ: فضائل الاوقات میں طباعتی غلطی:

"فضائل الأوقات للبيهقي" (ص:۱۲۲) میں امام مکحول کے شاگرد کا نام

الحسن بن الحسن ہے۔ اور کتاب کے محقق نے بھی حاشیہ میں الحسن بن الحسن ہی شعب الایمان کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

حالانکہ یہ الحسن بن الحر الکوفی ہیں۔ (التاريخ الكبير للبخاری، ج:٢، ص:٢٩٠) بلکہ شعب الإيمان للبيهقي (حديث: ٣٨٣٠) دوسرا نسخہ (ج:٧، ص:٤١٣، رقم: ٣٥٤٩) میں بھی درست طور پر الحسن بن الحر مذکور ہے۔

شرح أصول اعتقاد أهل السنة (ج:٣، ص:٤٥١، ٤٥٢، رقم: ٧٧٢) میں امام مکحول سے اس اثر کی دوسری سند بھی مذکور ہے۔

فضیل بن فضالۃ کا اثر:

امام البانی نے اپنی تائید میں تیسرا اثر فضیل بن فضالۃ کا بیان کیا ہے۔ چناں چہ حافظ لالکائی رقم طراز ہیں:

"أخبرنا علي بن محمد بن عمر! قال أخبرنا عبد الرحمن بن أبي حاتم: قال ثنا أبو زرعة الرازي: قال ثنا عبد الله بن عبد الجبار الخبايري: قال ثنا الحكم بن الوليد الوحاظي: قال سمعت الفضيل بن فضالة الهوزى! يقول: إن الله يهبط إلى سماء الدنيا ليلة النصف من شعبان، فيعطى رغاباً ويفك رقاباً، ويفخم عقاباً."

"فضیل بن فضالہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمانِ دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور ہر محبوب کو عطا فرماتے ہیں۔ گردنوں کو آزاد کرتے ہیں اور وافر جزا عطا فرماتے ہیں۔"

[شرح أصول اعتقاد أهل السنة، ج:٣، ص:٤٥٢، رقم: ٧٧٣]

اس اثر کے راوی بھی ثقہ وصدوق ہیں مگر اس قول کے قائل فضیل کی توثیق

مطلوب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الکبیر، ج:۷، ص:۱۲۰۔ ۱۲۱) اور حافظ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل، ج:۷، ص:۷٤، ترجمہ: ٤٢١) نے اسے ذکر کر کے کوئی کلمۂ توثیق یا تجریح ذکر نہیں فرمایا۔

البتہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے (الثقات، ج:۵، ص:۲۹۵) میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے اسی قول کی اساس پر اسے مقبول قرار دیا ہے۔[التقریب: ٦١٠٩]

یعنی جب اس کی متابعت موجود ہوگی تو اس کی روایت مقبول ہوگی بصورتِ دیگر مردود۔

باقی رہا حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا مجہول راویانِ حدیث کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا تو اس بابت ان کا تساہل معروف ہے۔ اس لیے ان کا اسے الثقات میں ذکر کرنا بھی دائرۂ جہالت سے باہر نکال نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ یہ اثر بھی اپنے قائل کے مجہول ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار اور ضعیف ہے۔ نیز امام البانی رحمہ اللہ کے استدلال پر بھی دلالت نہیں کرتا۔ فلیتدبر!

فضیل کی توثیق میں حافظ ذہبی کا وہم:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات: ۱۰۱۔ ۱۲۰ھ، ص:۲۱٦) فرماتے ہیں: وکان ثقة کہ فضیل بن فضالۃ ثقہ ہیں۔

مگر دلائل امام ذہبی رحمہ اللہ کے اس قول کے مؤید نہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس نسیان کی وجہ یہ ہے کہ دو راوی ہم نام ہیں۔ ایک القیسی کے لقب یا نسبت سے معروف ہیں جبکہ دوسرے الہوزنی کی نسبت سے۔ پہلے راوی ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ، امام ابوحاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل، ج:۷، ص:۷٤،

ترجمہ: ٤٢٠) اور امام شعبہ رحمہ اللہ (الثقات لابن شاهين، رقم: ١١٢٣) وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور مؤخر الذکر مجہول ہیں جیسا کہ اوپر امام بخاری رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل ہو چکا ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں ائمہ کی متابعت میں ان دونوں راویوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

[المتفق والمفترق، ج:٣، ص:١٧٦٧، ١٧٦٨]

اس لیے امام ذہبی رحمہ اللہ کا ان دونوں راویوں کو اکٹھا کرنا اور الهوزنی کے تذکرہ میں القیسی کی توثیق نقل کرنا محلِ نظر ہے۔

''شرح اصول اعتقاد'' میں طباعتی غلطی:

امام لالکائی کے شیخ کا نام علی بن محمد بن عمر مذکور ہے جب کہ درست نام علی بن عمر بن محمد ہے۔ آپ معروف امام ہیں۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں۔

[الإرشاد للخليلي، ج:٢، ص:٦٩١۔ بتجزئة السلفي]

اور حافظ الخلیلی رحمہ اللہ ان سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں۔

[فهرست كتاب الإرشاد، ج:٣، ص:١١٠٨، رقم: ٤٦١]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العبر، ج:٣، ص:٦٤) اور ان کی متابعت میں حافظ ابن العماد الحنبلی رحمہ اللہ (شذرات الذهب، ج:٣، ص:١٤٩) نے ان کا وہی نام ذکر کیا ہے جو شرح اصول اعتقاد لالکائی میں وارد ہوا ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبی نے امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کے شاگردوں میں علی بن محمد القصار ذکر کیا ہے۔ (السير، ج:١٣، ص:٢٦٤) مگر اس نام کے درست ہونے میں یہ احتمال موجود ہے کہ مصنف نے موصوف کی نسبت دادا کی طرف توسعاً کردی ہو۔ جیسا کہ عرب کے ہاں یہ طریقہ رائج ہے۔

اس لیے درست نام علی بن عمر بن محمد بن العباس ابوالحسن الرازی القصار الفقیہ الشافعی ہے۔ اور ان کا یہی درست نام حافظ الخلیلی رحمہ اللہ (الارشاد، ج:۲، ص:۶۹۱) کے علاوہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے خود (سير أعلام النبلاء، ج:۱۷، ص:۶۱) اور تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات: ۳۸۱۔ ۴۰۰ھ، ص:۴۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح المستدرك للحاكم (ج:۱، ص:۴۹) میں بھی علی بن محمد بن عمر ہی مذکور ہے، مگر شیخ، محدث الیمن مقبل بن ہادی الوادعی نے اس کی اصلاح فرمائی ہے۔[رجال الحاكم في المستدرك، ج:۲، ص:۶۸]

تنبیہ ①: السلسلة الصحيحة (ج:۳، ص:۱۳۸) اور تهذيب التهذيب (ج:٤، ص:٥٠٥ طبع دار إحياء التراث العربي) میں الفضیل کے بجائے الفضل ہے۔ درست نام الفضیل یعنی تصغیر کے ساتھ ہے۔

تنبیہ ②: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ میں الفضیل کی نسبت ''الهوزی'' مرقوم ہے۔ جبکہ ہوزن بن عوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے الہوزنی بنتی ہے۔ یہی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن ابی حاتم اور حافظ سمعانی رحمہم اللہ (الأنساب، ج:٥، ص:٦٥٦) نے ذکر کی ہے۔ حافظ ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ نے امام سمعانی رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے۔[اللباب فی تهذيب الأنساب، ج:۳، ص:۳۹۵]

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ایسے آثار حکماً مرفوع ہوتے ہیں کیوں کہ ان میں رائے کو دخل نہیں ہوتا۔[السلسلة الصحيحة، ج:۳، ص:۱۳۸ ملخصاً]

عرض ہے کہ جمہور محدثین کے ہاں صحابۂ کرام کی مخصوص آرا ہی اس حیثیت کی

حامل ہیں کہ انہیں حکماً مرفوع قرار دیا جاسکے۔ مگر تابعین کے بارے میں یہ قاعدہ نہیں ہے۔ بلکہ صحابۂ کرام کے بارے میں یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ وہ اسرائیلیات بیان کرنے والے نہ ہوں۔ اس لیے امام البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا قول درست نہیں ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ بھی نہیں:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حدیث کو آٹھ صحابۂ کرام بیان کریں اور بقول امام البانی کے ان کا ضعف ہلکے درجے کا ہو تو وہ حدیث حسن لغیرہ کیوں کر نہیں ہو سکتی؟

یہ بات معلوم ہے کہ حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ مصطلح الحدیث کی انتہائی دقیق اور مشکل بحوث میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ ان دونوں اقسام میں مدار ان راویوں پر ہوتا ہے جن کے بارے میں محدثین کی آرا مختلف ہوتی ہیں، جس بنا پر ان میں جمع و تطبیق کی صورت پیدا کرنا اور اس سے درست نتیجہ برآمد کرنا بلاشبہ بہت ہی کٹھن کام ہے۔ جس کے لیے مہارتِ تامہ ہونے کے ساتھ ساتھ طویل ممارست کا ہونا بھی لازمی جز ہے۔ اس فن کی دقت اور حساسیت کا احساس امام البانی رحمہ اللہ کو بھی خوب ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

"وهذا أمر صعب قل من يصير له، وينال ثمرته، فلا جرم أن صار هذا العلم غريباً بين العلماء، والله يختص بفضله من يشاء" [إرواء الغليل، ج:٣، ص:٣٦٣]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک لطیف فن ہے۔ اس پر وہی درک پا سکتا ہے جسے اللہ ربّ العزت خصوصی فضل سے نواز دیں۔ اس کی اسی نظری اور تطبیقی صورت میں اختلاف کی وجہ سے اس میں بھی اختلاف ہوا اور اس کی متعدد تعریفات کی گئیں جن کی تفصیل

مصطلح اور جرح وتعدیل کی کتب میں مذکور ہے۔ سب سے عمدہ اور جامع تعریف ڈکتور خالد بن منصور الدریس حفظہ اللہ نے بیان فرمائی ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"اعتضاد رواية ضعيفة قابلة للانجبار برواية ضعيفة أخرى فأكثرها قابلة للانجبار أيضاً"

[الحديث الحسن لذاته ولغيره للدكتور خالد، ج:٥، ص:٢٠٨٨]

"ایسی ضعیف حدیث جو تقویت حاصل کرنے کے قابل ہو وہ ایسی ضعیف حدیث یا احادیث سے تقویت حاصل کرلے جو تقویت دینے کے لائق ہو۔"

اور کوئی بھی روایت اسی وقت ہی تقویت حاصل کرنے کے قابل ہوسکتی ہے جب

① اس کی سند میں متہم بالکذب یا ایسا راوی نہ ہو جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

② ایک سے زائد اس کی سندیں ہوں۔

③ اپنے سے اقوی (زیادہ مضبوط) کے مخالف نہ ہو۔

④ متن حدیث کا معنی مختلف نہ ہو۔

⑤ اختلافِ مخارج ہو۔ یعنی وہ سند حقیقت میں ایک راوی کے گرد نہ گھومتی ہو۔

ان پانچ شروط کی تفصیل ہمارے مقالے "الحسن لغیرہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

قارئینِ کرام! حسن لغیرہ کی مذکورہ بالا تعریف اور تقویت کے حصول کے لیے مذکورہ بالا شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو طے کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ مذکورہ بالا احادیث حسن لغیرہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچ سکتیں، بلکہ وہ سب کی سب ایک دوسرے کے ضعف کو مزید تقویت پہنچا رہی ہیں۔ اسی لیے تو امام ابوحاتم، امام بخاری، امام ترمذی، امام دارقطنی، امام حاکم، امام عقیلی، امام ابن عدی، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ علیہم وغیرہم نے ان کی انفرادی حیثیت سے کلام کیا یا مجموعی

اعتبار سے نقد فرمایا۔ متأخرین محدثین کی آرا کے مقابل میں ان ناقدین فن اور ماہرینِ علل کی آرا ہی راجح اور مستحکم ہیں۔ اسی اصول کو تقویت دیتے ہوئے ذہبی عصر، علامہ عبدالرحمٰن المعلمی رقم طراز ہیں:

''يجب الاحتياط فيما يصححه المتأخرون أو يحسنونه.''

[العبادة للمعلمي، بحواله الحديث الحسن، ج:٥، ص:٢٢٥٧]

(کہ متقدمین کے مقابلے میں) ''متأخرین محدثین کی تصحیح اور تحسین میں احتیاط واجب ہے۔''

علامہ المعلمی رحمہ اللہ متاخرین کی تحسین پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وتحسين المتأخرين فيه نظر.'' [الأنوار الكاشفة، ص:٢٩]

اور کبھی فرماتے ہیں کہ (متقدمین کے مقابلے میں) متأخرین کو میں اکثر طور پر متساہل پاتا ہوں۔ [مقدمة الفوائد المجموعة، ص:٤]

امام البانی رحمہ اللہ کی اس حدیث کی تصحیح بھی تساہل کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ان کا اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کا رد کرنا بھی درست نہیں۔ چناں چہ وہ علامہ القاسمی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شیخ القاسمی ''اصلاح المساجد'' میں اہلِ جرح وتعدیل سے نقل کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ علامہ القاسمی کی یہ بات ناقابلِ اعتماد ہے۔

[السلسلة الصحيحة، ج:٣، ص:١٣٨، ١٣٩]

حالانکہ امام البانی رحمہ اللہ کی یہ تنقید درست نہیں۔

امام البانی کے ایک تعاقب کا جواب:

ہم اوپر علامہ القاسمی کے علاوہ بھی دیگر ناقدینِ فن سے اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ مزید عرض ہے کہ یہ قول تنہا علامہ قاسمی کا نہیں، بلکہ امام

عقیلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وفي النزول في ليلة النصف من شعبان أحاديث، فيها لين، والرواية في النزول في كل ليلة أحاديث ثابتة صحاح، فليلة النصف من شعبان، داخلة فيها إن شاء الله"

[الضعفاء الكبير للعقيلي، ج:٣، ص:٢٩]

"شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ کے نزول کے بارے میں احادیث ضعیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر رات نزول صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور شعبان کی پندرھویں رات بھی اس میں داخل ہے۔" ان شاء اللہ

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں:

"ما أدركنا من مشيختنا ولا فقهائنا يلتفتون إلى النصف من شعبان، ولا يلتفتون إلى حديث مكحول ولا يرون لها فضلًا على ما سواها"

"ہم نے اپنے اساتذہ اور فقہائے کرام کو پندرھویں شعبان کی طرف التفات کرتے ہوئے نہیں پایا۔ وہ حضرت مکحول کی حدیث کی طرف توجہ کرتے اور نہ اس رات کو کسی دوسری رات پر فوقیت دیتے تھے۔"

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا یہ قول ابن وضاح بیان کرتے ہیں۔

[البدع والنهي عنها لابن وضاح، ص:٤٦ بحواله حاشية الحوادث والبدع]

ابن وضاح سے یہی قول امام ابوبکر الطرطوشی نے نقل کیا ہے۔

[الحوادث والبدع لطرطوشي، ص:١٣٠]

امام ابوبکر الطرطوشی سے یہی قول امام ابوشامہ نے نقل کیا ہے۔

[الباعث على إنكار البدع والحوادث، ص: ١٢٥]

گویا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا یہ قول محدثین کے ہاں غیر معمولی

اہمیت کا حامل ہے۔

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ "كتاب ما جاء في شهر شعبان" میں رقمطراز ہیں:

"قال أهل التعديل والتجريح: ليس في حديث النصف من شعبان حديث يصح" (الباعث لأبي شامة، ص: ١٢٧)

"اہلِ جرح وتعدیل فرماتے ہیں: شعبان کی پندرہویں شب کی بابت کوئی حدیث صحیح نہیں۔"

مشہور مالکی امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وليس فى ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه، لا في فضلها ولا فى نسخ الآجال فيها، فلا تلتفتوا إليها"

[أحكام القرآن لابن العربى، ج:٢، ص:٢١٤]

"نصف شعبان کی رات اور فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے اور اس رات موت کے فیصلے کی منسوخی کے بارے میں بھی کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا ان احادیث کی طرف التفات نہ کیا جائے۔"

حافظ علائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس بارے میں کوئی صحیح اور حسن حدیث نہیں۔"

(الفتاویٰ المستغربة للعلائي، ص: ٦٣)

حضرت عطاء بن یسار کا قول:

"میں امید کرتا ہوں کہ یہ فضیلت ہر رات کو حاصل ہے۔"

[شرح أصول اعتقاد للالكائي، ج: ٣، ص: ٤٥١، رقم: ٧٧٠]

ان اقوال پر مستزاد ہے۔ اس لیے امام البانی کا علامہ قاسمی پر ردّ کرنا بے فائدہ ہے۔ اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ناقدینِ فن نے اس کی انفرادی سندوں

پر بھی کلام کیا ہے اور مجموعی حیثیت سے بھی۔

یاد رہے کہ کسی رات کی فضیلت سے اس رات میں عبادت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اثبات کے لیے علیحدہ نص کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے شعبان کی پندرہویں شب میں کوئی مخصوص عبادت نہیں۔ اس بارے میں عبادت کی جتنی فضیلتیں آئی ہیں وہ احادیث سخت ضعیف، موضوع اور بے اصل ہیں۔ اسی لیے تو حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الأحاديث لا يصح منها شيء“ [المنار المنيف لابن القيم، ص:٩٩]

”کہ اس رات میں عبادت کرنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہیں۔“

اس لیے اس رات کی مخصوص عبادات بدعات اور خرافات ہیں اور دین کے نام پر دھوکا ہیں۔ ان بدعات کو امام ابوشامہ نے الباعث علی انکار البدع والحوادث (ص:١٢٤۔ ١٣٧) میں بھی بیان کیا ہے۔

خلاصہ:

ان آٹھ حدیثوں میں سے چار احادیث (حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوثعلبہ الخشنی، حضرت عوف بن مالک اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی احادیث) اضطراب کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ لہٰذا ان کا وجود اور عدمِ وجود دونوں یکساں ہیں۔

حضرت عوف بن مالک کی حدیث کے علاوہ بھی حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے احادیث کے راوی ابن لہیعہ ہیں، جو کہ سيء الحفظ اور سماع وروایتِ حدیث میں تساہل کی وجہ سے معروف ہیں۔

ساتویں یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام اعمش کثیر التدلیس بلکہ تدلیس التسویۃ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں اور محدثین نے أعمش عن أبي صالح

کی سند پر تنقید بھی فرمائی ہے۔

آٹھویں یعنی حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو محدثین نے عبدالملک بن عبدالملک کی منکرات میں شمار، بلکہ اس کے ترجمے میں اسی فضیلت والی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اصلاً یہ حضرت مکحول الشامی کا قول ہے۔ جسے راویانِ حدیث نے وہم یا نسیان کی بنا پر مرفوعاً ذکر کر دیا۔ اس لیے یہ احادیث ایک دوسرے کو تقویت نہیں دے سکتیں، بلکہ ان احادیث سے ان کا ضعف مزید مستحکم ہوتا ہے۔

محدثین کی تنقید کا خلاصہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابوحاتم رحمہ اللہ نے منکر اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

پہلے شاہد یعنی حضرت ابوثعلبہ الخشنی رحمہ اللہ کی حدیث کے مرکزی راوی الاحوص بن حکیم کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور حدیث کو ضعیف کہنے والوں میں حافظ دارقطنی رحمہ اللہ اور امام ابن الجوزی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

دوسرے شاہد یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سند میں ابن لہیعہ معروف راوی ہیں اور ان کے استاد حیی بن عبداللہ اسی سند سے منکر روایات بیان کرتے ہیں۔ جنہیں حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل میں اس کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ روایت ابن لہیعہ نے اختلاط (اواخر عمر میں) کے بعد بیان کی ہے۔ رشدین کی متابعت بھی بے فائدہ ہے۔

تیسرے شاہد یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ابن لہیعہ ہیں۔ علاوہ ازیں تین راوی مجہول ہیں اور الولید بن مسلم مدلس ہیں۔ حافظ ابن

الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ بوصیری رحمہ اللہ وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

چوتھے شاہد یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام اعمش کثیر التدلیس ہیں۔

پانچویں شاہد یعنی حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو محدثین نے عبدالملک کی منکرات میں شمار کیا ہے۔ امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ترمذی، امام عقیلی، امام ابن الجوزی، امام بغوی، امام ذہبی، امام ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے یا تائیدی طور پر اس کے ضعف کو نقل کیا ہے۔

چھٹے شاہد یعنی حضرت عوف بن مالک کی حدیث میں ابن لہیعہ کے علاوہ عبدالرحمٰن الافریقی ضعیف راوی ہیں۔ مضطرب سند ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ساتویں شاہد یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو امام بخاری، امام ترمذی، امام حاکم، امام دارقطنی، امام ابن الجوزی رحمہم اللہ وغیرہم نے ضعیف اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

ان ناقدینِ فن اور ماہرینِ علل کے مقابلے میں بلاشبہ امام البانی رحمہ اللہ کی رائے قابلِ التفات نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کے پیش کردہ تین آثار میں سے حضرت مکحول الشامی کا اثر حسن سند سے مروی ہے۔ ان کے قول کے برعکس مکحول الشامی کے قول میں رائے اور اجتہاد کو دخل ہے۔